بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ در حقیقت دین

مصنفہ

حضرت سید شہاب الدین شاہ الحسینی

مترجمہ از فارسی

پروفیسر عباس سبزواری

۱۹۶۲ء

بار دوم ۱۰۰۰

شائع کردہ :- دی اسماعیلیہ ایسوسی ایشن پاکستان بیرس روڈ۔ کھارادر۔ کراچی

This Page Intentionally Left Blank

دیباچہ

یہ مختصر رسالہ آقا سید شہاب الدین شاہ الحسینی قدس اللہ سرہٗ کی تصنیفات میں سے ہے۔ آپ نزاری اسماعیلیوں کے سینتالیسویں امام آقا شاہ علی شاہ (آغا خان ثانی) کے بڑے بیٹے تھے جو آخر ماہ رجب ۱۳۰۲ھ میں اس دنیا سے رحلت فرما گئے جبکہ آپ کی عمر چالیس سال سے کم تھی۔

اس رسالہ میں مرحوم نے دین کی حقیقت اور معرفت یعنی خدا کی پہچان کے صحیح معنی اور سچا مقصد ظاہر کیا ہے۔

آپ دینی علوم اور اصلی روحانیت میں بہت کامل تھے اور آپ کے زمانہ میں سب آدمی آپ کی بے انتہا عزت کرتے تھے۔

اس رسالہ کے تصنیف کرنے کا سبب جیسا کہ آپ نے خود بیان فرمایا ہے یہ تھا کہ کوئی مفید چیز مسلمانوں کی ہدایت کے لئے مستقل طور پر یادگار باقی رہے جیسا کہ اس رسالہ کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے مصنف کا یہ ارادہ تھا کہ اس رسالہ کو دو حصوں میں تحریر فرمائیں پہلے حصہ میں حقیقت اور ایمان کی

اصلیت تفصیل سے بیان کی جائے اور دوسرے حصّہ میں سلوک اور طریقت یعنی روحانیت کا عملی پہلو روشن کیا جائے مگر ظاہری طور پر صرف پہلا حصّہ تحریر ہو سکا اور دوسرے حصّہ کی موجودگی کے متعلق کوئی اطلاع اب تک نہ مل سکی۔

چونکہ یہ پہلا حصّہ اس اعتبار سے بہت مفید ہے کہ اس میں بہت سے اعلیٰ مطالب اور اہم نتائج درج ہیں جس سے مسلمانوں اور تریح کی تلاش کرنے والوں کو بے حد فائدہ پہنچے گا۔ اس وجہ سے اس حصّہ کو مصنّف مرحوم کے خاص قلمی نسخہ سے عکس کرکے عوام کی ہدایت کے لئے چھاپنے کا انتظام کیا گیا۔ اس کا انگریزی ترجمہ ڈاکٹر ڈبلیو آئیونوف (W. IVANOW) نے زیر اہتمام اسماعیلی سوسائٹی کے نہایت خوش اسلوبی سے کیا ہے اور گجراتی زبان میں بھی اس کا ترجمہ اسی سوسائٹی نے شایع کیا ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اسماعیلیہ ایسوسی ایشن پاکستان نے اس کا ترجمہ اردو زبان میں شایع کیا ہے تاکہ ہر ایک اس کے مفید مضامین اور اچھی نصیحتوں سے پورا پورا فائدہ حاصل کر سکیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و نستعین

شہاب الدین الحسینی جو حضرت شہنشاہ آقا علی شاہ کا (جن پر میری جان قربان ہو) ایک ادنیٰ غلام ہے۔ یہ عرض کرتا ہے کہ میرے بعض دینی بھائیوں نے (جن کی فرمائش پوری کرنا میں اپنے لیے واجب اور ضروری سمجھتا تھا) مجھ سے یہ خواہش کی کہ میں ایک ایسا مختصر رسالہ لکھوں جو اُن کے لئے آخرت کی نجات کا ذریعہ بن سکے اور جس سے تمام مسلمانوں کی برادری میں ایک ایسا روحانی رشتہ قائم ہو سکے جس پر عمل کرنے سے وہ اچھی نصیحتوں کے مطابق ایک خوشگوار اور کامیاب زندگی بسر کر سکیں اور دنیا کی مختلف مشکلات سے بچ سکیں۔ پس میں نے اُن کی خواہش کے مطابق خدا تعالیٰ سے دُعا مانگی کہ مجھے اس کام کے کرنے کی توفیق عطا کرے اور میں نے خدا پر بھروسہ کر کے اُنکی فرمائش کو پورا کرنا منظور کر لیا۔

ضبطِ نفس

حضرت علیؓ جو سرداروں کے سردار ہیں اور جن پر ہمیشہ خدا درود بھیجتا ہے فرماتے ہیں کہ ایک روز رسولِ خداؐ نے اپنے اصحاب کی ایک جماعت کو کافروں سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا۔ جب وہ واپس آئے تو رسولِ خداؐ نے اُن کو مبارکباد دی اور فرمایا "مبارک ہے وہ جماعت، جس نے جہادِ اصغر یعنی چھوٹی لڑائی، پوری کی۔ اب ان پر جہادِ اکبر" یعنی "بڑی لڑائی" پورا کرنا اور باقی ہے۔"

آپ سے دریافت کیا گیا کہ 'جہادِ اکبر' سے کیا مطلب ہے۔

آپ نے جواب دیا: "جہادِ اکبر یا سب سے بہتر لڑائی وہ ہے کہ انسان اپنے نفس سے کامیابی کے ساتھ لڑے۔ یعنی اپنے نفسِ امّارہ کے ساتھ جو اس کو بری باتوں کی طرف ترغیب دیتا ہے۔ اپنے نفس پر قابو پانا۔ اس کو برائی سے روکنا۔ بدی اور گناہ کی خواہشوں کو دبانا۔ اور اُن کے خلاف عمل کرنا۔ اچھی باتوں کو لینا اور بری باتوں کا چھوڑنا انسان کے لئے سب سے بڑی بہادری اور سب سے بڑی لڑائی میں کامیابی کے برابر ہے۔"

اس بارہ میں جو کچھ رسولِ خدا نے فرمایا ہے وہ سب بالکل صحیح اور ٹھیک ہے۔

اے میرے دینی بھائیو! جو مولا کی محبت اور عشق کا دعویٰ کرتے ہو ذرا غور سے سنو اور رسولؐ خدا کے فرمان کی حقیقت کو سمجھو، اس پر غور کرو اور پھر ذرا اپنی حالت اور اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لو ممکن ہے کہ اس طرح تم میں سے کچھ آدمی ضرور سیدھا راستہ پاکر اپنی نجات حاصل کرلیں۔

دیکھو! نفسِ امارہ (یعنی برائی کا نفس) سے جہاد کرنا اس طرح ہوتا ہے کہ انسان اُس کو نیچے دبا کر اپنا فرمانبردار کر لے اور اس کو حکم صحیح کے مطابق کام کرنے پر مجبور کر دے۔

یہ نفس ہمیشہ عقل کے خلاف کام کرنے کا عادی ہوتا ہے اور وہ انسان کو سیدھے اور صحیح راستہ سے الگ رکھتا ہے تاکہ وہ دین کی پیروی نہ کر سکے۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ نفس کو عقل کے ماتحت رکھے اور اُس کو عقل کے احکام پر چلنے کی عادت ڈالے جو دین کے موافق ہوں۔ اس طرح انسان اپنی آخری نجات حاصل کر سکتا ہے اور یہی وہ راستہ ہے جس کو صراط المستقیم یعنی سیدھا اور سچا راستہ کہتے ہیں۔ فرمانبرداری سے بھی یہی مطلب ہے کہ انسان سیدھے اور صحیح راستہ پر چلے۔ ہم انشاء اللہ اس مختصر کتاب میں اس

مطلب کو اچھی طرح بیان کریں گے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

میرے دینی بھائیو! اس بات کو جانو کہ قرآن پاک کی بہت سی آیتیں اور حدیث شریف کی بہت سی ہدایتیں اس بارہ میں موجود ہیں کہ انسان اپنے بُرے نفس کو کس طرح پاک کر سکتا ہے اور کس طرح اندرونی صفائی اور روحانی ترقی حاصل کر سکتا ہے۔

اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۱۰۹-۲۱ × کہ جس شخص نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اس کو نجات حاصل ہو گئی۔ یہ بات بالکل صحیح ہے چونکہ نفس کا پاک کرنا سب سے بہتر عمل ہے جس کے ذریعہ سے نیک اور سیدھا راستہ مل جاتا ہے اور اس پر چلنے کی توفیق حاصل ہو جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کو جو چیز اونچے درجوں پر پہونچنے سے روکتی ہے وہ اس کا نفس ہی ہے جو ہمیشہ انسان کو برائی کی طرف لے جاتا ہے اور سچے دین کی پیروی اور فرمانبرداری سے منع کرتا ہے۔ اگر تم نے اس بات کا خیال رکھا۔ اپنے نفس کو باندھ لیا تاکہ وہ تم پہ غلبہ نہ کر سکے۔ اور تم کو سیدھے راستہ سے نہ بھٹکائے تو تم ضرور

ایک دن اونچے درجوں پر پہنچ جاؤ گے۔

حضرت مولا نے فرمایا ہے کہ انسان کس طرح بندگی اور عبادت کا مقام حاصل کرسکتا ہے۔ خدا کے نیک بندے کس طرح صحیح راستہ پاسکتے ہیں جس پر وہ ہمیشہ چلتے رہیں اور اپنے نفس کو کس طرح قابو میں لاسکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ کا یہ ارشاد ہے:۔

"اے میرے پروردگار! یہ میرا نفس ہے میں نے اسکو اس طرح باندھ دیا ہے جیسے اونٹ کو کسی کھونٹے سے باندھ دیتے ہیں اور میں نے اپنے اس نفس کو تیری مرضی اور تیرے علم کے کھونٹے سے باندھ دیا ہے تاکہ وہ بغیر تیری مرضی اور خواہش کے کوئی کام نہ کرسکے۔"

پس میرے دوستو! تم کو خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ تم سب اپنے نفس کو اس طرح اپنے قابو میں رکھو کہ وہ کسی وقت اس قابل نہ ہو کہ تمہارے مخالف ہو کر سرکشی کرے اور خدا کے حکم کے خلاف تم کو کام کرنے پر آمادہ کرے، تم بے قابو ہو جاؤ۔ گر پڑو اور سیدھے دوزخ کی طرف جا پڑو جس کی وجہ سے تم کو کبھی خدا کا قرب حاصل نہ ہو۔

اونچے درجہ سے الگ رہو۔ تم اس قابل نہ رہو کہ اُس مقام پر پہونچ سکو جس پر سچے مومن اور خدا کے نیک بندے پہونچ چکے ہیں۔ پس تم کو ہمیشہ یہی کوشش کرنی چاہیئے کہ سیدھا راستہ تمہارے ہاتھ سے نہ جانے پائے۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوا (XXIX — 69)

"جو ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستہ کی طرف ہدایت کرتے ہیں" چونکہ وہی صراط المستقیم یعنی سیدھا اور صحیح راستہ ہے۔ پس انسان کو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ اپنے نفس کو اُس کی دنیوی خواہشوں سے روکتا رہے اور آخرت کو اپنے واسطے دولت سمجھے۔ ہدایت کے راستہ کو کبھی نہ چھوڑے۔

۲۔ عقیدہ آخرت

اے میرے بھائی! خوب سمجھ لو کہ رسولؐ کی حدیثیں اور قرآن پاک کی آیتیں اس بات پر بہت زور دیتی ہیں کہ ہر وہ انسان جس کو خدا نے تھوڑا سا شعور اور عقل عطا فرمائی ہے اور جس کو آخرت کا خیال رہتا ہے اُس پر یہ بات واجب ہے کہ روزانہ صبح کے وقت جب وہ سو کر اُٹھے وہ اپنے دل میں غور کرے اور اپنے نفس سے اُس کے کاموں کا حساب لے۔ کچھ دیر سوچے اور اپنے دل کی اندرونی حالت کی طرف متوجہ ہو۔ اپنے دل کو سمجھائے اور نیک نصیحتیں اپنے دل میں بٹھائے ۔ یہ بات خوب سمجھ لے کہ زندگی کا جو سانس باہر آتا ہے وہ ایک موتی اور ہیرے کی مانند بیش قیمت ہے بلکہ اُس کی قیمت اتنی زیادہ ہے کہ دنیا کی کوئی چیز اُس کے برابر نہیں ہو سکتی ۔ ہر سانس قیمت سے بالاتر ہے اور یہ انمول موتی ہے۔ چونکہ کوئی سانس ایسا نہیں ہوتا کہ

ایک مرتبہ باہر آنے کے بعد پھر دوبارہ وہی سانس واپس اندر چلا جائے۔ جو باہر آگیا وہ باہر آگیا۔ پھر کبھی اندر نہیں جا سکتا۔ جو گذر گیا وہ گذر گیا پھر کبھی دل میں نہیں آ سکتا۔ پس ایسے سانس کی دنیا میں کونسی چیز قیمت ادا کر سکتی ہے۔ یہ بات انسان کے خیال میں کسی صورت سے نہیں آسکتی کہ عمر کا جو حصّہ گذر گیا ہے وہ پھر کسی طرح واپس آسکتا ہے اس کا یہی مطلب ہے جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ وقت کی قیمت لگانا ممکن نہیں ہے مگر یہ ممکن ہے کہ اُس کی جگہ کوئی اور چیز حاصل کی جا سکے جس سے اُس کا بدل ممکن ہو۔ اس لئے وقت ایسا قیمتی نقد ہے کہ اُس کے ذریعہ سے تم اپنے لئے خدا کی رحمت کے خزانوں میں سے ایک بڑا خزانہ خرید سکتے ہو ممکن ہے کہ اُسی وقت میں تم اپنی آخرت کو آباد کر لو۔ ممکن ہے کہ اس تھوڑے سے وقت میں جو تم کو حاصل ہوا ہے اور جس میں تم نے ایک سانس لیا ہے تم اپنے آپ کو خدا کے قریب پہونچانے میں کامیاب ہو جاؤ ممکن ہے کہ اس تھوڑے وقت میں تم اپنے لئے خدا کے قرب کا مقام حاصل کرو اور اپنے لئے ایسی نعمت حاصل کرو جو تم کو دنیا میں پسند ہے۔ اگر تم اس وقت کی قدر کرو گے

تو تم اپنے لئے یہ سب آخرت کا سامان مہیّا کر سکتے ہو۔ ممکن ہے کہ اس ایک سانس میں تم ایسی تجارت کرو جس کا نفع کبھی زائل نہ ہو۔ کبھی فنا نہ ہو اور ہمیشہ باقی رہے بس اپنے وقت کو کبھی ضائع نہ کرو۔ تاکہ تم کو نتیجہ میں نقصان نہ اُٹھانا پڑے۔ اگر تم وقت کو ضائع کروگے اور اُس سانس کو جو تم نے نکالا ہے ایسے راستہ میں جانے دو جس سے کوئی نیکی اور سعادت حاصل نہ ہو۔ اُس ایک لمحہ کو جو تم کو حاصل ہوا ہے بیکار برباد کردو تو وہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا اور تم کو انتہائی نقصان پہونچے گا۔ تم نے کبھی کسی عقلمند آدمی کی بابت یہ سُنا ہے کہ اُس نے ایسی تجارت کی ہو جس میں اُس کو کسی کام سے فائدہ حاصل نہ ہوا ہو بلکہ اُس کا اصل سرمایہ اور اصل رقم بھی نقصان میں آگئی ہو یا اُس کا سب سرمایہ بالکل فنا اور غارت ہو گیا ہو۔

پس اے میرے دوستو! اپنے دل میں غور کرو اور اپنے نفس کا جائزہ لو۔ اپنے نفس سے کہو "اے میرے نفس! ایسی تجارت کر جس سے آخرت کا فائدہ حاصل ہو۔ یہ چند روزہ عمر اور عمر کا وہ حصّہ جو گذر چکا ہے پھر واپس نہیں آسکتا۔ اُس کا کوئی علاج ہمارے پاس

نہیں ہے درحقیقت عمر کا وہ حصّہ جو گذر چکا ہے انسان کے لئے اُسکی تجارت کے اصل سرمایہ کا سراسر نقصان ہے۔ آج کا دن بلکہ یہ ایک سانس جو ہم نے لیا ہے بہت غنیمت سمجھنا چاہیئے چونکہ یہ ایک نیا دن اور نیا موقع ہے جو ہم کو حاصل ہوا ہے اور جس کو ہم موت سے پہلے اچھی طرح استعمال کر سکتے ہیں۔ یہ ہم کو مہلت ملی ہے جس میں نیک کام کرنا ممکن ہے اگر ہم کو اس ایک دن یا ایک سانس کی مہلت نہ ملتی تو ہمارا شمار مردہ آدمیوں میں ہوتا۔ ہم مر گئے ہوتے۔ چونکہ بہت سے آدمی جو کل زندہ تھے آج نہیں ہیں اور اُن کو آرزو ہے کہ آج بھی زندہ ہوتے۔ اگر تم بھی کل مر جاتے تو آج کس قدر زندہ رہنے کی آرزو رکھتے۔ زندگی کی یہ نعمت جو خدا نے تم کو آج عطا فرمائی ہے اس کی قدر کرنی چاہیئے اور اس کو بہت غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ اس زندگی میں عبادت کی طرف مشغول ہونا چاہیئے تاکہ تمہاری یہ زندگی جو آج ہے اُس گذرے ہوئے زمانہ کی تلافی کر سکے جو تمہارے قبضہ میں نہیں رہا۔ شاید اس آج کی زندگی میں تم ایسا نیک عمل کر لو جو تمہاری نجات اور آخرت کی بھلائی کا سبب ہو اور قیامت کے دن تم ساری دنیا کے سامنے اپنے گناہوں

کی وجہ سے شرمندہ اور پشیمان نہ ہو۔ تم نے اس دنیا میں یہ نہیں دیکھا کہ انسان اپنے ایک نامناسب عمل سے جس کا علم کسی دوسرے آدمی کو ہو گیا ہو، کس قدر شرمندہ اور ذلیل ہو جاتا ہے۔ اب یہ سوچو کہ قیامت کے دن جب تمہارے گناہوں کا علم ساری دنیا کو ہوگا اور سب انبیاء اور فرشتے وغیرہ تمہاری زندگی کے چالیس سال یا اس سے زیادہ عمر کے تمام گناہوں اور برائیوں سے واقف ہوں گے تو تم کو اُس وقت کتنا شرمندہ ہونا پڑیگا۔ اور اس وقت تم کیا کرو گے۔ اس کی تفصیل ہم انشاءاللہ آئندہ بیان کریں گے۔ اب دوسری بات کا ذکر کرتے ہیں۔

۳۔ زندگی کا مقصد

قرآن شریف میں خدا نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن بعض گنہگار آدمی خدا سے التجا کریں گے کہ اے پروردگار ہم کو دوبارہ دنیا میں بھیجدے تاکہ ہم تیری عبادت اور بندگی میں اپنا وقت گذاریں اور نیک کام کریں خدا تعالیٰ فرمائے گا۔ تم غلط کہتے ہو۔ اگر تم پھر دنیا میں لوٹا دئے جاؤ تو تم پھر وہی عمل کرو گے اور ایسی ہی گنہگار زندگی بسر کرو گے جو تم نے پہلے کی ہے۔

اب اے میرے بھائی! اس بات پر غور کرو۔ اور اپنے نفس سے خطاب کرو کہ اے میرے نفس آج کے دن کو تو ایسا سمجھ لے کہ یہ وہی دن ہے جس میں خدا نے تجھکو دوبارہ دنیا میں واپس بھیجا ہے اور اس دن میں تجھکو مہلت دی ہے کہ تو نیک کام کر سکے۔ تجھکو زندگی کی آرزو تھی اور تو چاہتا تھا کہ دنیا میں لوٹا دیا جائے اور عبادت میں اپنا وقت صرف کرے پس ایسا اس دن کو اور اس مہلت کو جو تجھے خدا نے عطا فرمائی ہے غنیمت شمار کر۔ اور جو تیری آرزو تھی اُس کو پورا کر اور اس میں کوئی کمی نہ کر۔

اے میرے بھائی! ایسا کبھی خیال نہ کرو کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ تم کو تکلیف پہونچانے کے لئے ہے اور میرا یہ مطلب ہے کہ تم وہ کام کرو جو تمھارے بس میں نہیں ہے اور تم اپنے دنیا کے کاموں کو چھوڑ دو۔ یا اپنے رہنے سہنے اور اپنی معاش کمانے کے ذریعے اور تدبیریں اختیار نہ کرو۔ اپنی دنیاوی ترقی میں مشغول نہ رہو۔ یہ میرا مطلب ہرگز نہیں ہے۔ چونکہ یہ ہر وقت ممکن ہے کہ تم دنیدار اور مومن بھی رہو۔ خدا کی بندگی بھی کرو اور اس کے ساتھ ساتھ تم دنیا کے سب کاموں میں اچھی طرح حصہ لو۔ اپنی دنیا کو آباد رکھو۔ بلکہ اپنی دنیا کو پہلے سے زیادہ کامیاب بہتر اور شاندار بناؤ۔

دین کے بزرگوں نے دن رات کے تمام وقت کو تین برابر کے حصّوں میں تقسیم کیا ہے۔ ہر حصّہ آٹھ گھنٹہ کا ہے۔ اگر تم ان تین حصّوں کو اچھی طرح سمجھ لو اور ہر حصّہ میں اُس کا مقررہ عمل کرو جس کا تم کو حکم دیا گیا ہے تو تمہاری دنیا اور آخرت دونوں ٹھیک ہو جائیں گی۔ ان تین حصّوں میں ایک حصّہ آرام کے لئے ہے جس میں سونا، کھانا، مکان کی ضروریات پورا کرنا شامل ہے۔ دوسرا حصّہ دنیا کے کاموں اور معاش حاصل کرنے کے

لئے ہے۔ تیسرا حصّہ خدا کی عبادت کے لئے مقرّر کیا گیا ہے جس سے آخرت اور اُس زندگی کا سامان حاصل ہوتا ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم بقا کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ فنا اور زوال کے لئے پیدا نہیں کئے گئے ہو۔ پس اِس چند روزہ اور فنا ہونے والی دنیا کو چھوڑنا ضروری ہے اور اُس باقی رہنے والی زندگی کے لئے جلد ایسا کوئی عمل کرنا چاہیئے جس سے آخرت میں نجات حاصل ہو اور اُس کا نفع اُس دنیا میں حاصل ہو جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ دنیا دراصل آخرت کے واسطے کھیتی ہے۔ جو کچھ یہاں بوؤ گے وہی آخرت میں کاٹو گے۔ پس اگر تم نے اپنی ہمّت توڑ دی اور اپنے نفس کو خدا کی عبادت کے لئے تیار نہ کیا تو تم نے ضرور اپنے وقت کو ضائع کیا۔ چونکہ اِس کھیتی سے تم نے آخرت کے واسطے کوئی فائدہ حاصل نہ کیا۔ اُس وقت تمہاری حالت اُس آدمی کے مانند ہوگی جو اپنے برباد کئے ہوئے سرمایہ پر افسوس کرے جو اپنی گئی ہوئی عمر پر حسرت سے دیکھے۔ جس کے ہاتھ سے سب کچھ جاتا رہا ہو۔ اور اُس کے پاس اس کا کوئی علاج باقی نہ رہا ہو۔ یہ حالت اُس شخص کی حالت سے کتنی

مختلف ہے جس نے دنیا میں اپنی آخرت کو آباد کر لیا ہو اور جو کچھ اُس کو حکم دیا گیا ہو اُس پر عمل کیا ہو۔ ایسا شخص اپنی کھیتی کا نفع حاصل کرتا ہے۔ اپنی قیمتی عمر اور اپنے نفس کے انمول موتیوں کو اچھی طرح خرچ کر کے اُن سے مناسب فائدہ اُٹھاتا ہے اُس کو معلوم ہو گا کہ جو کچھ اُس نے خرچ کیا ہے اُس سے بہتر اور اُس سے بہت زیادہ اُس کو نفع حاصل ہوا ہے۔ اُس کو اس تجارت سے فائدہ پہونچا ہے اور اُس کو اپنی محنت کا مفید نتیجہ ملا ہے۔ ایسا شخص اپنے کام میں دوسروں کی طرح افسوس نہیں کرے گا۔

۴۔ عقل اور نفس

اے بھائی! اچھی طرح سمجھ لو کہ عقل اور نفس میں بڑا فرق ہے۔ اگر تم اس کو جان لو اور ضرورت کے وقت اس پر عمل کرتے رہو تو تم کو کسی کام میں کوئی دقت نہ ہوگی بلکہ کوئی کام تمہارے لئے مشکل نہ رہے گا۔ تم کو معلوم ہو جائیگا کہ کس وقت کیا کرنا چاہیئے اور تم ہمیشہ سیدھے راستہ پر جس کو صراط المستقیم کہتے ہیں چلتے رہو گے۔ عقل تمہارے اندر وہ چیز ہے جو تم کو ہمیشہ سیدھے راستہ کی طرف لے جاتی ہے اور تم کو اجازت نہیں دیتی کہ تم غلط اور باطل راستہ میں گر پڑو۔ عقل کی وجہ سے تم خدا کی عبادت کرتے ہو اور آخرت کو حاصل کرتے ہو۔ ہمیشہ قائم رہنے والی بہشت میں داخل ہوتے ہو اور اس میں ہمیشہ باقی رہتے ہو۔ نفس اس کے بالکل برخلاف چیز ہے۔ وہ عقل کا دشمن ہے۔ نہ صرف عقل ہی کا دشمن ہے بلکہ درحقیقت اگر تم دیکھو اور غور کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ نفس خود تمہارا ہی سب سے بڑا اور قوی دشمن ہے۔ چونکہ جب کبھی تم چاہتے ہو کہ عقل کا حکم مانو۔ عقل کے مطابق کام کرو

تاکہ تم اپنی زندگی میں کامیاب ہو تو یہی نفس ہے جو تم کو اس کی اجازت نہیں دیتا اور وہ تم کو عقل کی پیروی کرنے سے روکتا ہے۔ سیدھے راستہ سے دور کر دیتا ہے۔ اور تم کو اس قابل نہیں رکھتا کہ تم خدا کا قرب حاصل کر سکو۔ اگر تم کو نفس کبھی دھوکا دے کر عبادت کا راستہ دکھاتا ہے تو وہ راستہ بھی خدا کی مرضی کے خلاف ہوتا ہے نفس تمہارا ایسا دشمن ہے جو کبھی نہیں چاہتا کہ تم اپنے مقصد کو حاصل کر سکو اور اپنے مطلوب کو پالو۔ ہر طریقہ سے نفس تم کو سیدھے راستہ سے روکتا ہے اور اس میں طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کرتا ہے۔ تم نہیں سمجھتے ہو کہ نفس کس طرح تمہارے سامنے دوست کے لباس میں ظاہر ہوتا ہے۔ وہ دراصل ایک بھیڑیا ہے جو بکری کی شکل میں تمہارے سامنے آتا ہے تم کو ہر طرح سے بہکاتا ہے اور سیدھے راستہ سے دور لے جاتا ہے۔ جب تم بھٹک جاتے ہو تو اُس وقت تمہاری سب فریاد بیکار ہوتی ہے۔ خدا تعالےٰ نے تمہارے درمیان ایک حجت، ایک رہنما۔ ایک امام کو باقی رکھا ہے کہ تم اُس کی پیروی کرو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس میں تمہاری ہی خطا اور تمہارا ہی قصور ہے۔ ان دونوں حالتوں کے فرق کو خوب سمجھ لو۔

دوست اور دشمن کی پہچان رکھو اور سیدھے راستہ سے کبھی باہر مت جاؤ۔
قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو نیکی اور بدی کا راستہ دکھا دیا ہے۔ اسی طرح دوسری آیتوں میں اس مطلب کو روشن کیا ہے کہ ہم نے انسان کو راستہ بتا دیا ہے جس سے وہ نجات حاصل کرسکتا ہے۔ اب یہ خود انسان پر منحصر ہے کہ وہ یا تو اس بڑی نعمت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے خود کو سیدھے راستہ پر چلائے۔ یا اس نعمت کی قدر نہ کرتے ہوئے خود کو کافروں کے گروہ میں شامل کرلے اپنی آنکھ بند کرلے تاکہ نعمت کا شکر ادا نہ کرسکے اور باطل راستہ پر چلنے لگے۔ سچ اور صداقت سے بہتر اور زیادہ بلند انسان کے واسطے اور کوئی نعمت ہے۔ اگر انسان سیدھے راستہ یعنی صراط المستقیم کی طرف ہدایت پا جائے اور باطل راستہ سے بچ جائے جس سے اُس کو حق اور باطل کا فرق معلوم ہو جائے تو اس سے بڑی نعمت اور کوئی نہیں ہوسکتی۔ اگر تم اس نعمت کی قدر کرو اور جو کچھ تم کو بتایا گیا ہے اُس پر عمل کرو۔ دین کے کاموں میں جو مشکل وقت تم کو معلوم ہو اُس وقت تم اس سیدھے راستہ کو نہ چھوڑو تو تم کبھی گمراہ نہ ہوگے اور تم کو معلوم ہو جائیگا کہ کس وقت تم کو کیا

کرنا ہے۔ اب تمھارے اختیار میں ہے کہ تم عقل کی پیروی کرو یا نفس کی۔ ان دونوں میں سے تم جس کو چاہو اختیار کر لو۔ صرف اتنا سمجھ لو کہ جو تم کو اطاعت اور عبادت سے روکتا ہے اور جو تم کو سیدھے راستہ سے باہر لے جاتا ہے وہ نفس ہی ہے۔

تم کو اس کا پورا علم نہیں ہے کہ نفس کی پیروی کرنے سے تم کو کتنے نقصانات ہوتے ہیں علاوہ اس کے کہ تم سیدھے راستہ سے الگ ہو گئے اطاعت اور عبادت کرنا چھوڑ دیا۔ نعمت کا شکر ادا نہ کیا بلکہ نعمت کا کفر کیا اور اس کو جھٹلایا مگر پھر بھی تم یہی گمان کرتے رہے کہ جو راستہ تم نے نفس کے کہنے سے اختیار کیا ہے وہ ہی حق کا راستہ ہے۔ حالانکہ نفس تم کو اس طرح بہکا کر سیدھے راستہ سے الگ لے گیا ہے کہ تم در اصل خدا پرستوں اور اللہ والوں کے گروہ سے بالکل خارج ہو گئے ہو۔ اس طرح تم جتنی زیادہ نفس کی پیروی کرو گے اتنا ہی زیادہ سیدھے راستہ سے دور ہوتے جاؤ گے بلکہ تمہاری حالت اس درجہ پر پہونچ جائیگی کہ تم حق کے بالکل برعکس ہو جاؤ گے اور جو تمہارا مطلوب اور مقصود ہے تمھاری پیٹھ اس طرف ہو جائیگی۔ کسی شاعر نے کیا اچھا شعر کہا ہے:۔

آئینہ در غرب و روئے تو بہ شرق
پشت بر تو میروم خاکم بہ فرق

یعنی۔ آئینہ پچھم کی طرف ہے اور تیرا منہ پورب کی طرف ہے
میں اس طرح چل رہا ہوں کہ میری پیٹھ تیری طرف رہتی ہے
پس ایسی حالت میں کس طرح تیرا منہ مجھکو نظر آسکتا ہے
افسوس ہے میری اس حالت پر۔ مجھ پر لعنت ہو میرے
سر پر خاک ہی خاک ہے۔

اگر تم اس پر غور کرو گے۔ اپنی آنکھ سے اپنے آپ کو دیکھو گے اور اپنے عمل کا جائزہ لو گے تو تم خود سمجھ جاؤ گے کہ تم ہرگز خدا پرست اور اللہ والے نہیں ہو۔ چونکہ عبادت کرنے کا مطلب اطاعت کرنا ہے۔ اور چونکہ تم نے اپنے نفس کی اطاعت کی ہے اس لئے تم نے اپنے نفس ہی کی عبادت کی۔ اور جب نفس کی عبادت کی تو خدا کی عبادت اور خدا کی اطاعت نہیں ہوئی۔ تم خدا پرست نہیں رہے اسی وجہ سے میں نے کہا ہے کہ نفس تمہارا ایسا دشمن ہے جو بظاہر دوست معلوم ہوتا ہے اور تم کو دھوکا دے کر سیدھے راستہ سے ہٹا دیتا ہے۔ قرآن شریف نے صاف طور سے

بتایا ہے کہ نفس کی پیروی ہرگز نہ کرو۔ ارشاد ہوا ہے " کیا تم نے ایسے آدمیوں کو دیکھا ہے جنہوں نے اپنے نفس کی خواہشوں کو اپنا خدا اور اپنا معبود سمجھ رکھا ہے " وہ اپنی نفسانی خواہشوں کی اطاعت کرتے ہیں جو دراصل حیوانی خصوصیات ہیں۔ تم نے بھی اپنی حیوانی خواہشوں کی اطاعت کی اور ان ہی کی پرستش کی عقل کے راستہ کو جس سے نیک ہدایت حاصل ہوتی ہے اور جو فرشتوں کی عادت ہے تم نے چھوڑ دیا اور اس سے الگ ہو گئے۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا اور تم کو آخر میں کس قدر شرمندگی اور افسوس ہوگا۔ اس پر کبھی غور کر لیا کرو کہ مسلمان ہندوؤں پر کیسے کیسے اعتراض کرتے ہیں اور اُن کو کس طرح بُرا سمجھتے ہیں کہ وہ بُت پرست ہیں بُتوں کو پوجتے ہیں۔ مگر تم یہ نہیں جانتے کہ تم خود کس چیز کی پوجا کرتے ہو۔ تم جو اپنی حیوانی خواہش کی پوجا کرتے ہو وہ پتھر کی پوجا کرنے سے ہزار درجہ زیادہ پست اور ذلیل ہے۔ ہندو اگر پتھر کی پوجا کرتے ہیں تو اس میں کونسے حیوان کی عادت پائی جاتی ہے۔ کسی کی نہیں۔ پھر وہ کس چیز کو پوجتے ہیں۔ دراصل کسی کو بھی نہیں۔ مگر تم اپنے نفس کی خواہش کو پوجتے ہو جو ہر حیوان میں پائی جاتی ہے اس لئے تمہارا درجہ حیوان کے برابر ہو گیا جو صرف پتھر کو بیکار پوجنے

سے بہت زیادہ نیچا اور کمتر شمار کیا جا سکتا ہے۔ اسی وجہ سے میں نے کہا ہے کہ تم نے دراصل اپنی تجارت میں بہت نقصان اٹھایا ہے بلکہ تمہارا اصل سرمایہ ہی غارت ہو گیا ہے اور تمہارے ہاتھ سے جاتا رہا ہے۔ اسی طرف قرآن پاک میں اشارہ ہے کہ:۔

وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا (۴۔ ۱۱۹)

"انسان کو نقصان پر نقصان ہوا ہے"

اے بھائی! اس بات کو سمجھو یقین کرو اور اپنے آپ کو سنبھالو۔ خوب سمجھ لو کہ حق کا راستہ صرف ایک ہے۔ جو کچھ مختلف راستے تم دنیا میں دیکھتے ہو وہ سب صحیح راستہ سے دور ہیں۔ اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کوئی شخص صحیح راستہ سے تھوڑا دور ہوا ہے یا زیادہ دور ہوا ہے جب وہ اصل راستہ سے بھٹک گیا تو کتنی ہی زیادہ مسافت طے کر چکا ہو یا کم طے کر چکا ہو وہ صحیح راستہ سے دور ہی شمار کیا جائے گا۔ تم نے دیکھا ہے کہ جب کوئی آدمی پانی میں ڈوب جائے تو اس کے سر پر کم پانی ہو یا بہت زیادہ پانی ہو۔ اس میں اُس کے ڈوبنے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ وہ کتنا ہی گہرا پہنچ جائے یا نہ پہنچے وہ تو ہر حالت میں ڈوب چکا ہے اور

مر چکا ہے پس تم کو ہمیشہ یہی کوشش کرنی چاہیئے کہ تم صحیح راستہ سے دور نہ جاؤ اور شیطان کے قریب نہ پہونچ جاؤ۔ خدا کی پناہ مانگو۔ اگر نفس تم پر غلبہ حاصل کر لے اور تم کو اپنی بندش میں پھانس لے اس وقت وہ تم کو ذلیل اور بے قابو کر دے گا اور جہاں اس کی خواہش ہو گی وہیں تم کو لے جائے گا۔ وہ تم پر حاکم ہو جائے گا۔ تمہارا تمام وقت نفس کی عبادت اور پیروی میں صرف ہونے لگے گا اور تم بالکل نفس کے فرمانبردار ہو جاؤ گے اس وقت تم خدا کے حضور میں اس بات کا کیا جواب دو گے۔ جب وہ تم سے سوال کرے گا کہ :۔

اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَیۡكُمۡ یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّیۡطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ ط (۳۶ - ۶۰)

اے بنی آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی پیروی کبھی نہ کرنا۔ چونکہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔"

جس شخص نے نفس اور شیطان کی پیروی کی اس کو خدا کے سامنے جواب دینے کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے۔

اے بھائی! دنیا اور اس کے ظاہری سامان و آرام جو تم کو حاصل

ہوئے ہیں تم کو گمراہ اور مغرور نہ بنا دیں۔ اپنے نفس کی خواہش کو ایک طرف رکھ دو۔ اور اس فانی دنیا سے دل کو ہٹا لو۔ اُس وقت تم دیکھو گے کہ یہ ساری فنا ہونے والی دنیا خود تمھاری مطیع اور فرمانبردار ہو جائیگی قرآن شریف میں ارشاد ہے :۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (۲۵ - ۱۳)۔

خدا نے انسان کے واسطے ساری دنیا کو اور اُن سب چیزوں کو جو آسمان اور زمین کے درمیان پائی جاتی ہیں۔ مطیع اور فرمانبردار بنا دیا ہے۔ یہ سب بڑی گہری بات ہے اور اس میں اُن آدمیوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں۔ خدا کی سب کائنات پر سوچتے ہیں بڑے مفید اور اہم نشانات اور اشارے پائے جاتے ہیں"۔

اے بھائی! تھوڑی دیر اس بات پر غور کرو۔ خدا کی نعمتوں کا شکر بھیجو۔ اُنکی قدر کرو۔ اور اُن کو سمجھو کہ یہ سب نعمتیں تم کو کس لئے عطا فرمائی ہیں۔ اگر تم خدا کی اطاعت نہیں کرتے اور اُن سے الگ رہتے ہو تو یہ سب نعمتیں تمہارے لئے بیکار ہیں اور ان سے تم کو کوئی فائدہ

حاصل نہ ہوگا۔

اب تم ایک اور بات سنو:۔ وہ یہ کہ انسان کے واسطے یہ بہت ضروری ہے کہ اُس کا کوئی پیشوا اور رہنما ہو۔ اس کے متعلق انشاءاللہ آئندہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائیگا۔ اس وقت صرف اتنا سمجھ لو کہ تم کو اس ظاہری دنیا سے دل ہٹا کر اپنا دل اُس کی طرف لگانا چاہیئے اور اس شخص کا دامن مضبوطی سے پکڑ لینا چاہیئے جس کے واسطے یہ ساری دنیا پیدا کی گئی ہے تاکہ یہ ساری دنیا خود تمہاری مطیع اور فرمانبردار ہو جائے۔ اس بات کو سوچو کہ ان دو حالتوں میں سے کونسی حالت بہتر ہے۔ تم کو دنیا کے سب اسباب و آرام حاصل ہو جائیں مگر تم ان سب کو ایک نہ ایک دن چھوڑ دو۔ یا یہ کہ ساری دنیا اور اُس کے سب سامان و اسباب خود تمہارے فرمانبردار ہو جائیں اور تم اُن سے اپنی آخرت اور ہمیشہ رہنے والی زندگی میں فائدہ اُٹھاؤ۔

۵ معرفت یا خدا کی پہچان

حدیث قدسی میں آیا ہے "اے محمدؐ اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا یعنی ساری دنیا اور زمین و آسمان صرف آپ کی خاطر پیدا کئے گئے اور صرف آپ کے وجود کے لئے باقی ہیں"

دوسری جگہ آیا ہے " اگر علی نہ ہوتے تو میں آپ کو پیدا نہ کرتا"

اب سمجھ لو کہ ساری دنیا کے پیدا کرنے کا مقصد صرف خدا کے اُس مظہر کو پہچاننا ہے جس میں اُس کے جلال و جمال کی تصویر نظر آتی ہے جس ہستی میں خدا کی شان اور خدا کا نور ظاہر ہوتا ہے اور جس میں خدا کی تمام صفات پائی جاتی ہیں اُس کو پہچان لینا در اصل ایمان کی حقیقت ہے۔ دیکھنے والی آنکھیں کہاں ہیں جو اس کو دیکھیں اور عقل کے راستہ پر چلیں۔

قرآن شریف کی آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر رسولِ اسلام اپنی ولایت کو ظاہر نہ کرتے تو آپ کی رسالت اور پیغمبری ناقص اور نامکمل رہ جاتی۔ قرآن شریف کی آیت یہ ہے :-

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ (۵ - ۶۷)

اے پیغمبر! آپ آدمیوں کو وہ بات پہونچا دیجئے جو ہم نے آپ کے پاس بھیجی ہے۔ اگر آپ نے اُس کو نہ پہونچایا تو آپ نے خدا کی رسالت کی تبلیغ نہیں کی۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ یہ تمام دنیا کے اسباب اور پیدائش کی مختلف چیزیں۔ تمام پیغمبروں کا بھیجنا اور تمام آسمانی کتابوں کا نازل کرنا صرف اس لئے تھا کہ ان سب سے اُس کی شناخت ہوجائے جس کے لئے یہ ساری دنیا پیدا کی گئی۔ حدیث میں آیا ہے کہ میں ہر پیغمبر کے ساتھ تھا اور آخر میں محمدؐ کی شکل میں ظاہر ہوا اس مطلب کا ذکر بھی مناسب جگہ پر آئندہ کیا جائے گا۔ اب چونکہ یہاں تک بات پہونچ گئی ہے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم کچھ معرفت کے متعلق اپنے دینی بھائیوں کے فائدہ کے لئے بیان کریں۔ آئندہ انشاءاللہ تفصیل کے ساتھ ہم وہ سارا مطلب بیان کرینگے جس کو تم اچھی طرح سمجھ لوگے اور جس سے بہت سے عقلمند آدمیوں کو بھی حیرت ہوگی۔

اے بھائیو! یہ بات بالکل صاف ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو شخص بادشاہ نہیں ہے وہ ضروری طور پر رعیّت کا ایک فرد ہوگا۔ وہ خوب جانتا ہے کہ اُس کی نجات اسی میں ہے کہ وہ اپنے بادشاہ کی اطاعت کرے۔ مگر یہ سب کو معلوم ہے کہ دنیا کے سارے بادشاہ دنیا کی ساری نعمت اور بادشاہوں کی ساری نعمت بھی اسی دنیا میں ہے اور یہ دنیا فانی ہے پس سارے بادشاہ اور اُنکی ساری بادشاہت اور نعمتیں بھی فانی ہیں۔ اگر بادشاہ کسی کو کوئی انعام عطا کرے تو وہ دنیا کا مال ہی ہوگا جو ہمیشہ باقی نہیں رہ سکتا اور اگر بادشاہ کسی پر غصّہ ہو جائے اور اُس کو سزا دے تو وہ بھی ہمیشہ رہنے والی نہیں ہو سکتی۔ چونکہ بادشاہ کے سب حکم اُس کے وجود کے تابع ہیں۔ جب اُس کا وجود فانی ہے تو سب چیزیں جو اس سے متعلق ہیں ضرور فانی ہوں گی۔ بادشاہ یا اس کے قبضہ کی کوئی چیز ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے۔ مگر اس کے برعکس معرفت کے بادشاہوں کی حالت بالکل دوسری طرح کی ہے۔ اُن کے پاس جو چیز ہے اور وہ جو کچھ دیتے ہیں وہ ہمیشہ رہنے والی ہے۔ جو آدمی ان بادشاہان معرفت کی رعیّت ہیں اور اُن کے حکم پر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں وہ ہمیشہ آخرت اور قائم رہنے والی

دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔ چونکہ معرفت کے بادشاہ ہمیشہ اسی آخرت کے حاصل کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اسی آخرت کے لئے ایسا ذخیرہ جمع کرواتے ہیں جو یا تو باقی رہنے والی نعمت ثابت ہوتا ہے یا ہمیشہ رہنے والی مصیبت بن جاتا ہے۔ ایسی حالت میں کوئی عقلمند آدمی ایسا نہیں ہو سکتا کہ باوجود اپنی عقل و ہوش کے فنا ہونے والی نعمت کو باقی رہنے والی نعمت سے بہتر سمجھے، اس چند روزہ زندگی اور قائم نہ رہنے والی نعمتوں کا خیال رکھے اور ہمیشہ اُن ہی کے پیچھے پڑا رہے اور ہمیشہ رہنے والی مصیبت کا کبھی خیال نہ کرے اور اُس کو اپنے سر پر قائم رکھے۔

قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ، اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ (رو - ۱۱)

"خدا نے مومنوں سے اُنکی جانیں اور اُن کا سب مال خرید لیا ہے تاکہ اُس کے بدلہ میں اُنکو بہشت عطا فرمائے"

اس سے یہ مطلب ہے کہ جو مومن خدا کے راستہ میں اپنی جان اور مال خرچ کرتے ہیں اور خدا کے حکم کے مطابق اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اُس کا بدلہ ضروری طور پر یہی ہے کہ خدا تعالےٰ

آخرت میں اُن کو بہشت عطا فرمائے اس تجارت میں مومن کو کبھی نقصان نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمیشہ فائدہ ہی فائدہ ہوتا ہے۔

اے بھائی! خدا کی نعمت کو پہچانو۔ اُس کی ناشکری کبھی نہ کرو ہمیشہ یہی دیکھتے رہو کہ تم نے کیا دیا اور تم کو اس کے بدلہ میں کیا ملا۔ جان اور مال جو ضرور فنا ہونے والی چیزیں ہیں۔ تم سے خدا کی راہ میں لی جاتی ہیں اور اس کے بدلہ میں تم کو باقی رہنے والی چیزیں دیجاتی ہیں اس مٹنے والی نعمت کے بدلہ میں ایسی دولت تم کو عطا کی جاتی ہے جو کبھی نہ مٹے گی۔ اب تم خود ہی سوچو کہ یہ تجارت کتنی مفید ہے، اُن لوگوں کے لئے بڑی خوشخبری کی بات ہے جو خدا کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ کرتے ہیں پس تم خود سمجھ سکتے ہو کہ اگر تم دنیا کی نعمتوں کا خیال رکھو اور آخرت کی نعمتوں کو بھول جاؤ تو تمہارا کیا حشر ہوگا اور نتیجہ میں تم کو کتنا نقصان برداشت کرنا پڑے گا اگر تم دنیا کی نعمتوں پر دل نہ لگاؤ گے تو یہ ساری نعمتیں خود تمہارے قبضہ میں آجائیں گی۔ دنیا سے تمہاری یہ علیحدگی محض ایک قسم کی دستبرداری

ہے۔ یعنی تم خود آخرت کے خیال سے اور خدا کے خوف سے انکی طرف توجہ نہ کرو۔ عذاب کے خوف یا ثواب کی اُمید کی وجہ سے یہ بات نہیں ہونی چاہیئے۔ چونکہ اس میں ایک قسم کا لالچ اور غرض شامل ہو جاتی ہے۔ بلکہ تمہارا خیال صرف خدا کے حکم کی تعمیل اور اُسی کی اطاعت اور عبادت کی طرف رہنا چاہیئے اور اسی کی وجہ سے تم دنیا کی طرف سے اپنا خیال ہٹا کر خدا کی طرف اُس کو قائم کرو۔

خدا کے عاشقوں نے یہ بات خوب روشن کردی ہے تاکہ تم اُس کو اچھی طرح سمجھ لو۔ اور اُس کو ہمیشہ یاد رکھو۔ سب شہیدوں کے سردار حضرات امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک مرثیہ کیا اچھا فرمایا ہے آپ نے فرمایا:۔

"اے میرے پروردگار! میں نے دنیا اور اُس کے سب آدمیوں کو چھوڑ دیا ہے۔ میں اُن سے الگ ہو گیا ہوں اور صرف تیرے عشق کے راستہ پر پڑ گیا ہوں۔ تیری اور صرف تیری طرف متوجہ ہو گیا ہوں۔ میں نے اپنے سب مال اور جمال کو کھو دیا ہے اپنی اولاد کو یتیم کر دیا ہے۔ اپنے سارے گھر کو برباد کر دیا ہے۔ یہ سب

کچھ میں نے اس لئے کیا ہے کہ میں تیرے قریب پہونچ جاؤں اور تیرے جمال کو دیکھ لوں۔ تیری مرضی حاصل کرلوں۔ اگر تو مجھ کو اپنی محبت میں ریزہ ریزہ کردے۔ مجھے بالکل برباد کردے۔ تب بھی میرا دل تیرے سوا کسی دوسرے کی طرف مائل نہ ہوگا۔"

اے بھائی! ذرا ان الفاظ پر غور کرو۔ اور دیکھو کہ شہیدوں کے سردار نے اپنی جانبازی۔ جاں نثاری اور خدا کی راہ میں قربانی۔ دنیا اور اس کی سب نعمتوں سے بے پرواہی کا ثبوت کتنی بڑی حد تک خود اپنی زندگی کی صورت میں تمہارے سامنے پیش کیا ہے۔ دنیا کو چھوڑنے اور اس سے بے پرواہ ہونے کا یہی مطلب ہے۔ اب تم پر روشن ہوگیا کہ رعیت ہونے اور اطاعت کرنے سے کیا مراد ہے۔ خدا کا حکم ماننا اور اُس کی مرضی کے مطابق اپنی زندگی گذارنا کس طرح ہوتا ہے۔

معرفت کے سلسلہ میں آپ کچھ اطاعت کے متعلق اور سُن لو دیکھو اطاعت اور عبادت دونوں ایک ہی چیز ہیں اور عبادت بالکل وہی ہے جو معرفت ہے۔

پس معرفت ۔ اطاعت اور عبادت یہ تینوں دراصل ایک اور صرف ایک چیز کی طرف اشارہ ہے۔دنیا میں خدا نے جو کچھ پیدا کیا ہے وہ دراصل عبادت اور معرفت کے لئے ہی کیا ہے۔قرآن شریف میں ارشاد ہوا ہے :۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (۵۱ - ۵۶)

"ہم نے انسان اور جنات کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے"

ایک دوسری جگہ حدیث میں آیا ہے کہ :۔

کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً فَاَرَدْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ

"میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں ظاہر ہو جاؤں اور پہچانا جاؤں۔پس میں نے دنیا کو پیدا کیا تاکہ میری شناخت ہو جائے اور میں ظاہر ہو جاؤں"

دین کے سب بزرگوں نے عبادت اور معرفت دونوں کو ایک ہی چیز قرار دیا ہے ۔ اب چونکہ یہ مطلب کی بات آگئی ہے اور یہ ایک راز ہے جس کا سمجھانا ضروری ہے۔میری سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ میں اس راز کو کس طرح کہوں اور کیسے بتاؤں کہ تمھاری سمجھ میں آجائے۔بہرحال میں کوشش

کروں گا کہ لفظوں کے ذریعہ سے اپنے دل کی بات تمہارے دلوں میں ڈال سکوں۔

اے بھائی! دنیا سے نیکی اُٹھ گئی۔ ساری دنیا میں اندھیرا چھا گیا۔ نیکی کے دشمن دنیا پر غلبہ پا گئے۔ اب آدمیوں کے امتحان کا وقت آ گیا۔ دنیا میں ایک انقلاب برپا ہو گیا۔ کایا پلٹ ہو گئی۔ سب آدمی اِدھر اُدھر بٹ گئے۔ سیدھے راستے سے ہٹ گئے۔ ہر شخص اپنے راستہ پر چلنے لگا اور ہر شخص نے اپنے خیال کے مطابق اپنی ایک نئی دنیا بنا لی۔ اپنا نیا دین اور نیا مذہب اختیار کر لیا۔ ان میں سے کچھ آدمی بالکل گمراہ ہو گئے۔ وہ جاہلوں کے پیچھے ہو لئے۔ یہ جاہل لوگ جو بظاہر لوگوں کو سچا راستہ دکھانے کا دعویٰ کرتے تھے دراصل راستہ کے چور اور ڈاکو تھے۔ مگر کچھ آدمی ان کی پیروی کرنے لگے۔ ہر جگہ تھوڑی بہت سچائی ضرور تھی۔ دشمنوں نے اس تھوڑی سی سچائی سے فائدہ اٹھایا اور اُس کو پورا حق ظاہر کر کے لوگوں کو دھوکہ دیا اور لوگوں نے اُس کو قبول کر لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کے دل رفتہ رفتہ سیاہ ہوتے گئے حق بات چھپتی چلی گئی۔ کان بہرے ہو گئے۔ زبانیں گونگی ہو گئیں۔ لوگ حق بات

کے سننے اور سمجھنے کے قابل نہ رہے۔ ایسی حالت میں یہ ممکن نہ رہا کہ بہرے اور گونگے آدمیوں کو کوئی بات بتائی جا سکے جو اُن کی سمجھ میں آجائے۔

اے بھائی! اب تمہارے سامنے کچھ زبان کھولنے کی مہلت ملی ہے۔ اگر تمھارے کان کھلے ہوئے ہیں تو آؤ اور میری بات غور سے سنو۔ ورنہ تم پھر اس مطلب کی گہرائی تک نہ پہونچ سکوگے۔ کسی شاعر نے کیا اچھا شعر کہا ہے:-

نکتہا چون تیغ پولاد است تیز
چون نداری تو سپر واپس گریز

یعنی: بعض باریک باتیں ایسی تیز ہوتی ہیں جیسے اصلی تلوار کی دھار۔ ان کو قبول کرنے کے لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے اگر تمہارے پاس اس احتیاط کی ڈھال نہیں ہے تو بہتر یہی ہے کہ تم ان باتوں کو نہ سنو اور واپس چلے جاؤ۔

۶- امام کی ضرورت

اب میں خدا سے مدد چاہتا ہوں کہ جو کچھ میں کہوں وہ تمہارے دل میں اُتر جائے۔ دین کے بزرگوں نے جو کچھ معرفت کے متعلق فرمایا ہے ہم کو اُسی کے مطابق سمجھنا اور عمل کرنا چاہیئے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ:۔

"خدا کی ذات پر خوب غور کرو۔ اسی کو سوچو۔ اسی کا تصوّر کرو۔ اسی پر دھیان لگاؤ۔ اپنے سب خیالات کو ایک جگہ جمع کر کے اُن سب کو خدا کی طرف لگا دو۔ تمہارا سارا دل۔ تمہاری توجہ۔ تمہارا سارا خیال صرف اس ہی ایک نقطہ پر جمع ہو جائے۔ اور تمہارا دل کبھی اس سے دور نہ ہو۔ اس سے ذرا بھی نہ ہٹے اور تم ہمہ تن اور ہمہ وقت اسی کی طرف لَو لگائے رہو۔"

یہ بات کہنے اور سمجھنے کے لئے بہت مشکل ہے اور بہت اہم ہے۔ مگر میں خدا سے دعا مانگتا ہوں کہ وہ مجھ کو اس کے کہنے کی اور تم کو

اس کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ممکن ہے کہ اس طرح تمہاری سمجھ میں آجائے۔

اس میں شک نہیں ہے کہ انسانوں میں جس طرح ظاہری صورت میں اختلاف ہوتا ہے اسی طرح اُن کے باطن اور اندرونی حالت میں بھی پورا اختلاف ہوتا ہے۔ ہر شخص کی شکل اور صورت الگ ہے اسی طرح ہر شخص کا دل اور دماغ۔ اُس طبیعت اور خواہشات دوسرے شخص سے بالکل جداگانہ ہیں۔ تم دیکھتے ہو کہ ایک شخص کالا ہے۔ دوسرا گورا۔ ایک چھوٹے قد کا ہے دوسرا بلند قد کا۔ اسی قسم کے کم اور زیادہ اختلافات جو تم کو مختلف آدمیوں میں نظر آتے ہیں دراصل اُن کے باطن میں بھی پائے جاتے ہیں۔ چونکہ انسان کا ظاہری حِصّہ درحقیقت اُس کے باطنی حصّہ کا آئینہ ہے۔ باطن کی باہر والی صورت کا نام ظاہر ہے۔ اگر تم ایک بات جو کسی بڑی عمر کے عقلمند آدمی سے کہتے ہو۔ وہی بات ایک چھوٹی عمر کے بچّے سے کہو تو تم کو معلوم ہوگا کہ بچّہ بڑوں کی طرح سننے۔ سمجھنے اور بات کو قبول کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ بچّہ میں اتنی سمجھ نہیں ہوتی کہ وہ بڑوں کی طرح ہر بات کی اصلیت اور گہرائی

کو جان سکے۔ کوزہ میں سارے دریا کا پانی نہیں سما سکتا۔ ہر شخص اپنی اہلیت اپنی گنجائش اور اپنی عقل کے مطابق اپنی دنیا بناتا ہے اپنی ہمت کے مطابق کام کرتا ہے۔ اپنی سکت کے موافق اپنا گھر سنوارتا ہے۔ ان انسانی اختلافات کے متعلق بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں اور اسی وجہ سے خدا نے بھی فرمایا ہے کہ ہماری باتیں سمجھنا بہت مشکل ہے بعض باتیں ایسی مشکل ہیں کہ اُن کو کوئی برداشت نہیں کرسکتا۔ سوائے پیغمبر کے جو خدا نے اُسی کام کے لئے بھیجا ہو۔ یا سوائے ایسے نزدیک فرشتہ کے جو اس کام کے لئے مقرر ہو۔ یا سوائے ایسے نیک مومن کے جس کا دل خدا نے ان باتوں کے لئے اور سچے ایمان کے لئے آزمائش کے بعد تیار کر دیا ہو۔ اگر تم نے اپنے آپ کو اور اپنے دل کو خدا کی ان باتوں کے لئے تیار کرلیا ہے تو بے شک تم ان باتوں کو سمجھنے اور قبول کرنے کے قابل ہو جاؤ گے۔

یہ مصرعہ اسی کے متعلق کہا گیا ہے:۔

از درِ مادر آ اگر طالب عشق سرمدی

یعنی۔ تم اگر ہمارے ہمیشہ قائم رہنے والے عشق کے دراصل

خواہشمند ہو۔ اور طلب صادق رکھتے ہو تو پھر بے کھٹکے ہمارے دروازہ سے اندر چلے آؤ۔ یہ دروازہ تم جیسے آدمیوں کے لئے ہر وقت کھلا ہوا ہے"

اس بات پر غور کرو اور خوب سوچو۔

۷۔ خدا کی حقیقت

دوسری بات یہ ہے کہ تم جو اکثر سوچا کرتے ہو کہ فلاں بات سب سے اونچی ہے اور اس سے بلند اور کوئی درجہ نہیں ہے تو یہ محض تمہاری عقل کی انتہا ہے۔ جتنا اونچا تمہارا فکر اڑ سکتا ہے، تم وہیں تک پہنچتے ہو اور وہاں پہونچکر کہتے ہو کہ بس اب یہی انسان کی آخری اڑان کا سب سے بلند مقام ہے۔ مگر در اصل وہ خود تمہاری اُڑان کا آخری درجہ ہے تم کو کیا معلوم ہے کہ دوسرا آدمی اُس سے زیادہ بلند مقام پر پہنچ سکے یا تم خود ہی دوسرے وقت یا اپنی عمر کے دوسرے حصہ میں ترقی کرنے کے بعد خود اُس مقام سے آگے نکل جاؤ جس کو تم اس وقت آخری مقام

سمجھتے ہو۔ اس لئے یہ کبھی خیال نہ کرنا چاہیئے کہ تم اپنے غور و فکر میں کسی بات کو اس درجہ تک معلوم کر چکے ہو جہاں دراصل تمہارا فکر پہونچ ہی نہیں سکتا اس سلسلہ میں کسی شاعر نے بہت اچھا شعر کہا ہے۔

انچہ فکر در آں رہ نیست

غایت فکر تست اللہ نیست

یعنی ۔ جو کچھ تم نے اپنے عقل کی رسائی سے معلوم کیا ہے وہ دراصل تمہارے فکر کی انتہائی حالت کا پتہ دیتا ہے وہ آخری حقیقت نہیں ہے۔ وہ اللہ نہیں ہے۔ چونکہ اللہ ہمیشہ تمہارے فکر اور تمہاری عقل سے بالاتر رہتا ہے۔ اس کی حقیقت انسان کی سمجھ میں نہیں آسکتی :

بکنہ ذاتش خرد برد پے اگر رسد خس بقعر دریا۔

یعنی ۔ اگر انسان خدا کی ذات کی باریکیوں اور اس کی حقیقت کو صرف اپنی عقل کی وجہ سے معلوم کرلے تو اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے کوئی گھاس کا تنکا دریا کی سب سے نیچی گہرائی تک پہونچ جائے۔ جو ہر حالت میں ناممکن ہے۔

صفت۔ یا کوئی خصوصیت جب کسی آدمی میں پائی جاتی ہے تو یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی میں فلاں بات پائی جاتی ہے اور اس طرح اُس صفت کے ذریعہ سے اُس آدمی کو دوسروں سے جدا کیا جاتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے اُس کی شناخت کی جاتی ہے۔ مگر خدا کے متعلق کسی صفت کا قائم کرنا صرف انسان کی عقل کے مطابق ہی ہو سکتا ہے۔ اُس کی صفات کو دراصل معلوم کر لینا انسان کے لئے ممکن نہیں ہے۔ اسی وجہ سے بزرگوں نے حکم دیا ہے کہ خدا کی صفات کے متعلق غور نہ کرو، چونکہ اس سے تمہاری الجھن بڑھ جائے گی۔ تمہاری حیرت اور پریشانی زیادہ ہوگی اور تم کسی ایسے نتیجہ پر نہ پہونچ سکو گے جہاں تم کو اطمینان حاصل ہو اور تم مستقل طور پر وہیں قائم ہو جاؤ۔ انسانی عقل کی ترقی اور فکر کی بے انتہا پرواز تم کو کسی جگہ ٹھہرنے نہ دیگی اور تم ہمیشہ اسی لوٹ پلٹ میں پریشان رہو گے۔

تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ انسان نے جو کچھ خدا کے متعلق معلوم کیا ہے اور اُس کو بیان کیا ہے وہ خود اُس کے سمجھ کے مطابق رہا ہے۔ مثلاً انسان نے دیکھا کہ اندھا ہونا انسان کے لئے عیب ہے

تو اُس نے اس سے اندازہ لگایا کہ خدا سب سے زیادہ دیکھنے والا ہے۔ انسان نے دیکھا کہ نادانی اور ناواقفیت انسان کے لیے ایک قسم کی کمزوری اور کمی ہے۔ پس اُس نے کہنا شروع کیا کہ خدا سب سے زیادہ واقف اور سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اس طرح اور بہت سی باتیں جن کو انسان اپنے لیے نقص عیب اور کمی سمجھتا تھا اُن کے برعکس اور برخلاف تمام باتیں پورے کمال کے ساتھ خدا کی طرف منسوب کرتا چلا گیا۔

اب سوچو کہ یہ دراصل خدا کی ذات کی حقیقت ہوئی یا خود انسان نے اپنی حقیقت معلوم کر کے اُس کے مطابق خدا کو سمجھنا شروع کر دیا۔ اسی وجہ سے مختلف آدمیوں اور مختلف قوموں اور ملکوں کے خدا الگ الگ طریقہ کے ہو گئے۔ خود ایک ہی انسان کا خدا اُس کی عمر کے مختلف حصوں میں جداگانہ ہوتا ہے۔ بچہ کا خدا اور طرح کا ہوتا ہے بڑے آدمی کا اور طرح کا۔ اور پھر عالم۔ سائنسدان۔ فلسفی اور مذہبی پیشوا۔ کا خدا اپنے اپنے رنگ میں نئی نئی طرح کا ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے عقل اور فکر کے ذریعہ سے خدا کی حقیقت معلوم کرنا خود کو دھوکہ میں ڈالنا ہے

حضرت سجاد امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ جب رسولِ مقبولؐ کے آخری زمانہ میں مسلمانوں نے خدا کے متعلق بہت چھان بین کرنا شروع کیا تو اللہ تعالےٰ نے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ۔
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ (۶ ع ۱۔ XXX ۵)

سورۃ "قل ہو اللہ" نازل فرمائی جس میں خدا کے متعلق صاف طور پر بتا دیا کہ اُسکے برابر اور اُس کی مثل دنیا میں کوئی دوسری چیز ہے ہی نہیں۔ اس لئے اُس کا دنیاوی مثالوں کے ذریعہ سے سمجھنا کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ جو کچھ انسان خدا کے متعلق کہتا ہے وہ صرف اپنے خیال کے مطابق کہتا ہے۔ ممکن ہے کہ سارے حیوانات بھی اسی طرح اپنے اپنے خدا کو اپنی خصوصیات کے مطابق سمجھتے ہوں اور وہ تمام کمزوریاں اور عیب جو اُن میں پائے جاتے ہیں اُن سب سے اپنے خدا کو پاک اور بالاتر سمجھتے ہوں اور اسی طرح اپنی سمجھ کے مطابق جو سب سے زیادہ کمال اور حد درجہ کی قابلِ تعریف باتیں اُن کے ذہن میں ہوں وہ سب اپنے خدا میں جمع کر کے ان ہی صفات کے ساتھ اُس کی تعریف کرتے ہوں۔

امام باقر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسی بات فرمائی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید ایک چھوٹی سی چیونٹی جس کے صرف ایک ڈنک ہوتا ہے یہ سمجھتی ہو کہ خدا کے ضرور کم سے کم دو ڈنک ہوں گے۔ چونکہ اس چیونٹی کے نزدیک ایک سے زیادہ ڈنک رکھنا ہی کمال کی بات ہے اور جس میں کم از کم دو ڈنک نہ ہوں وہ ہستی اُس کے نزدیک کمزور اور ناقص ہے۔ ایسی حالت میں ہم کو چاہیئے کہ ہم خدا کی صفات کے متعلق زیادہ الجھن میں نہ پڑیں اور صرف اُن ہی باتوں کو سمجھ لیں جو ہمارے دین کے بزرگوں اور پیشواؤں نے ہم کو بتائی ہیں۔

وہ یہ ہیں:۔

خدا کی تمام صفات واجب اور ضروری ہیں اور وہ تمام صفات دین کے اُن پیشواؤں میں پائی جاتی ہیں جن کو خدا نے اپنا مظہر بنا کر دنیا میں ہماری ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔

اے بھائی! خوب سمجھ لو کہ یہ ہمارے پیشوا ہی صحیح دیکھنے والے اور سننے والے ہیں۔ رعیّت کا یہ حق نہیں ہے کہ سوائے حکم حاکم کے کسی اور بات پر عمل کرے۔ ہمارے دین کے پیشواؤں نے فرمایا ہے کہ

جس شخص نے ہم کو پہچان لیا اُس نے خدا کو پہچان لیا۔

اے میرے بھائی! اس باریک بات کو خوب سمجھ لو۔ اس سلسلہ میں ایک مثال تمھارے سامنے رکھنا ضروری ہے جس سے یہ بات آسانی سے تمھاری سمجھ میں آجائے گی۔ دیکھو۔ جو نور چراغ میں ہے ظاہر ہوتا ہے وہ خود چراغ نہیں ہوتا ہے۔ لیکن یہ نور ظاہر نہ ہو تو تم کس طرح سمجھو کہ چراغ کیا ہے اور کہاں ہے۔ تم اس نور ہی کے ذریعہ سے چراغ کا پتہ معلوم کرتے ہو اور چراغ تک پہونچ جاتے ہو اور تم چراغ کو اس نور ہی کے ذریعہ سے پہچانتے ہو۔ دوسری مثال اس سے بہتر اور سنو۔

اگر تم چاہو کہ کسی کے سامنے آفتاب کے وجود کی دلیل پیش کرو اور یہ ثابت کرنا چاہو کہ اس وقت سورج نکل رہا ہے تو تمہارے پاس اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں ہے کہ تم اُس آدمی کو سورج کے سامنے لیجا کر کھڑا کردو اور کہدو کہ دیکھ۔ یہ سورج ہے۔ چونکہ جب سورج ظاہر ہو رہا ہے تو وہ خود اپنے وجود کی دلیل ہے۔ مولانا روم نے خوب فرمایا ہے:

آفتاب آمد دلیل آفتاب
گر دلیلت باید از وے رو متاب

یعنی۔ آفتاب ہی خود آفتاب کی دلیل ہے۔ اگر تم کو اُس
کے وجود کے لئے کسی دلیل کی ضرورت ہے تو تم اپنا
منہ اُس کی طرف سے مت پھیرو۔ بلکہ اپنا منہ آفتاب کی
طرف کرلو۔ اگر در اصل تم کو آفتاب کے دیکھنے کی آرزو
ہے تو بس اُس کو دیکھ لو۔

اس سے زیادہ کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ دین کے پیشوا اور امام دراصل خدا کی ظاہری صورت ہیں۔ انسان اپنا مطلب ادا کرنے کے لئے جو الفاظ اور فقرے استعمال کرتا ہے وہ دراصل نشانیاں ہیں آواز کی جو انسان بولتا ہے مگر اُن کو سمجھتا نہیں ہے۔ آدمی اس طرح کہتے ہیں۔

"سلام ہو تجھ پر۔ اے خدا کی چمکنے والی صورت۔ اے خدا
کی دیکھنے والی آنکھ۔ اے خدا کے سننے والے کان۔ اے
خدا کے کھلے ہوئے ہاتھ۔ اے خدا کے خون۔ اے خدا کے
خون کے بیٹے"

یہ سب الفاظ صرف خدا کی صفات بیان کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ چونکہ یہ دین کے پیشوا دراصل خدا کی صفات کے مظہر ہیں

اور تم کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ تم اُن کو اسی طرح پہچانو۔ چونکہ اُنکی پہچان خاص خدا کی پہچان ہے۔ اب تم اس حدیث کا مطلب سمجھو جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جو شخص اپنی موت سے پہلے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانے تو یہ سمجھ لو کہ وہ شخص جاہلیت کی موت مرا۔ اور وہ عمر بھر جاہل۔ گمراہ اور نادان ہی رہا۔ جن لوگوں نے اپنے امام کو نہ پہچانا اُنھوں نے دراصل خدا کو نہ پہچانا اور وہ سب بُت پرست کی حیثیت سے مرے ہیں۔

تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ دنیا میں سب آدمی مختلف پیدا کیے گئے ہیں اور اُن سب کی سمجھ بھی مختلف ہے۔ اس لئے مختلف آدمیوں کے ساتھ مختلف طریقہ سے برتاؤ کیا گیا ہے اور اُنکو مختلف باتیں مختلف طریقوں سے سمجھائی گئی ہیں بعض آدمیوں سے کہا گیا کہ خدا کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی بعض سے کہا گیا کہ خدا عقلمند آدمیوں کی عقل اور فکر سے بھی اسی طرح پوشیدہ ہے جیسا کہ وہ اُن کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے۔ چونکہ انسان کی سمجھ اس قابل نہیں ہے کہ وہ خدا کے سمجھنے کی برداشت کر سکے۔ مگر اس کے برخلاف امیرالمؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ جو دراصل خدا کے جلال اور جمال کے مظہر تھے اس طرح ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

(جب تک میں نے خدا ۔ دیکھ نہیں لیا ۔ میں نے اُس کی

عبادت نہیں کی)

اب تم اس فرق کو سمجھو کہ ہر شخص کے لئے ہر بات ایک سی نہیں ہوتی ہے نہ سب کو ایک ہی طرح ایک بات بتائی اور سمجھائی جاتی ہے انسانوں کے ان اختلافات کو سمجھنے کے بعد تم کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ بعض ایسے آدمی بھی ہو چکے ہیں اور ہوتے ہیں جن میں دراصل اس کی اہلیت ہی نہیں ہے کہ حق کی باتوں کو سمجھ سکیں۔ مگر اُن میں یہ خواہش اور یہ دلیری ہوتی ہے کہ وہ معرفت اور خدا کی پہچان کی آرزو رکھتے ہیں۔ ایسے آدمیوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ "اے خاک کے پتلے۔ خاک پر زندگی بسر کرنے والے۔ اے خاکسار۔ اے خاک سے پیدا ہونے والے اور خاک میں مل جانے والے۔ اے وہ ہستی جو سراسر مٹی اور خاک ہی خاک ہے۔ بھلا تجھ میں اتنی سکت کہاں ہو سکتی ہے کہ تو عالم پاک تک پہنچ سکے۔ تجھ کو اس عالم پاک سے کیا نسبت ہے وہ عالم جو سراسر نور ہی نور ہے خاک کے جسم میں کس طرح سما سکتا ہے جو بالکل سیاہ۔ تاریک اور چاروں طرف سے اندھیرے میں گھرا ہوا ہے۔ اگر ایسے خاکی جسم کا خیال زیادہ سے زیادہ بلند اور وسیع ہو جائے تب بھی

وہ خیال خاکی جسم کا خیال ہی شمار کیا جائے گا۔ چونکہ وہ اسی جسم سے پیدا ہوا ہے۔ جو کچھ بھی اس سے بالاتر انسان کی سمجھ میں آئے وہ بھی دراصل مخلوق ہی شمار ہوگا چونکہ وہ سب کچھ انسان کے خیال کی پیدائش ہے خدا کے مثل ہرگز نہیں ہے۔ نہ وہ خدا تک پہونچ سکتا ہے۔ نہ اسکے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ خدا کو سمجھ سکے اور اس کو پہچان سکے۔

دل کی آنکھیں رکھنے والے خدا کے نیک بندے جو اپنی زندگی نفس سے لڑنے اور اس کو اپنے عقل کا فرمانبردار بنانے میں صرف کرتے ہیں اُن کا دل۔ دماغ اور خیال اللہ تعالیٰ ایسا صاف کر دیتا ہے کہ اُن کی چشم بصیرت یعنی اندر کی آنکھیں اور اندر کے کان کھل جاتے ہیں۔ وہ حق کی سب باتیں دیکھ لیتے ہیں سن لیتے ہیں اور خوب سمجھ لیتے ہیں۔ مگر ان نیک بندوں کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ ہر دوسرے شخص کو وہ سب باتیں ظاہر کردیں جو وہ جانتے ہیں اور نہ یہ ممکن ہے کہ ہر شخص اُن کی طرح دیکھ سکے۔ سن سکے اور سمجھ سکے۔ جب تک خدائے تعالےٰ حق کو دیکھنے والی اندر کی آنکھ عطا نہیں فرمائیگا۔ حق کی باتیں جو سراسر راز ہیں سمجھ میں نہیں آسکتیں۔

دوسری بات یہ خوب سمجھ لینی چاہیئے کہ دنیا میں جو بات ایک

آدمی کے لئے قابلِ تعریف ہے وہ دوسرے کے لئے بُری ہے ۔ جو ایک کے لئے قابلِ فخر ہے وہ دوسرے کے لئے قابلِ توہین ہے جو ایک کے لئے مفید ہے دوسرے کے لئے مضر ہے۔ جو ایک کے لئے اچھی ہے دوسرے کے لئے بُری ہے ۔ اسی وجہ سے فرمایا گیا ہے کہ جو بات خدا کے نزدیک اُس کے معمولی نیک بندوں کے واسطے پسند کی گئی ہے وہی بات اُن خاص مقبول اور خدا کے قریب ترین بندوں کے واسطے گناہ شمار کی جاتی ہے مثلاً عام اور جاہل آدمیوں کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ زبان سے خدا کی ہستی اور اُس کی قدرت کا اقرار کرلیں اور موت کو جان لیں کہ یہ ضروری ہے ۔ مگر خدا پرستی کا یہ درجہ معرفت رکھنے والوں کے واسطے بہت زیادہ پست اور کم درجہ کا شمار کیا جائے گا چونکہ اُن سے یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ خدا کو اس سے بہتر اور بالاتر طریقہ سے جانتے ہیں ۔ اسی طرح اگر کوئی چھوٹی عمر کا بچّہ ایک معمولی سی حرکت کرے جو اُس کی عمر کے لحاظ سے کافی اور قابلِ تعریف ہو تو سب اُس کے لئے کمال کی بات سمجھیں گے ۔ اگر وہی حرکت ایک پورا اور جوان آدمی کرے تو وہ لوگوں کی نظروں میں کیا بے وقعت اور بھدّا معلوم ہوگا ۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنے دعائیہ فقروں میں اس طرح فرمایا ہے کہ :-

"اے پروردگار! کیا تیرے سوا کوئی اور بھی وجود رکھتا ہے جو تجھ کو ظاہر کر سکے۔ تو کب پوشیدہ ہوا ہے جو تیرے واسطے دلیل کی ضرورت پڑے۔ تو کب دور ہوا ہے جو ساری دنیا اب یہ چاہتی ہے کہ تیری طرف دعوت دی جائے اور تجھ تک پہونچنے کی کوشش کی جائے۔ جو آنکھ تجھکو نہیں دیکھتی وہ اندھی ہو جائے۔ اُس آدمی کا سارا سامانِ تجارت برباد ہو جائے اور اُس کا دیوالہ نکل جائے جس نے اپنی دولت کا ایک حصّہ اور اپنے سب سرمایہ کا ایک جزو خدا کی دوستی اور خدا کی راہ میں وقف نہ کر دیا ہو۔"

حضرت امام جعفر صادقؑ سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا خدا قیامت کے دن نظر آجائے گا؟ آپ نے جواب دیا بے شک ضرور نظر آئیگا اور اس سے پہلے بھی خدا اُس دن نظر آیا تھا جب اُس نے اپنے بندوں سے ازل کے روز پوچھا تھا "کیا میں تمہارا خدا نہیں ہوں" اور بندوں نے

جواب دیا تھا " بیشک تو ہمارا خدا ہے " مومنوں نے خدا کو دنیا میں بھی
دیکھ لیا ہے پھر آپ نے فرمایا :۔
" کیا تم اس وقت خدا کو نہیں دیکھ رہے ہو "
اُس آدمی نے جواب دیا " بے شک اے میرے مولا میں آپ کو
دیکھ رہا ہوں۔ آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے حکم سے اس بات
کو دوسروں پر ظاہر کردوں " آپ نے فرمایا " ایسا نہ کرو کسی سے نہ کہو۔
چونکہ جاہل اور بے سمجھ آدمی تمہارا اعتبار نہ کریں گے تمہاری بات سے انکار
کریں گے اور تمہاری اس بات کو کفر خیال کریں گے "
یہ واقعہ ہے کہ دل سے دیکھنا ایسا نہیں ہوتا ہے جیسا ظاہری آنکھوں
سے دیکھنا۔
اسی وجہ سے اے میرے بھائی ! بزرگوں نے ہمیشہ سے بعض راز
کی باتوں کو منافقوں سے پوشیدہ رکھا ہے اور ان کا ذکر اُن سے نہیں
کیا ہے۔ بلکہ بہت کم آدمی ایسے ہیں جن سے یہ راز کی باتیں کہی گئی ہیں۔ اگر
کسی جگہ کوئی حقیقت کا جاننے والا ہوتا تھا تو عام آدمی اُس کو برا سمجھتے تھے
اور اُس کی ہنسی اُڑاتے تھے۔ اسی وجہ سے میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اُس زمانہ میں

لوگوں کے کان بہرے ہو گئے اور اُن کی زبانیں گونگی ہو گئیں۔

حضرت امام زین العابدینؓ نے اپنے چند اشعار میں فرمایا ہے جن کا یہ مطلب ہے کہ "میں اپنے علم کا وہ حصّہ جو خالص جوہر ہے جاہلوں سے ہمیشہ پوشیدہ رکھتا ہوں چونکہ میں جانتا ہوں کہ عوام کے بے سمجھ آدمی نہ حق بات کو دیکھتے ہیں نہ اُس کو سمجھ سکتے ہیں چونکہ اُن میں اسکی قابلیت اور اہلیت ہی نہیں پائی جاتی۔ میرے اس علم کو مجھ سے پہلے میرے دادا ابوالحسن مولا علی جانتے تھے اور وہ بھی اس کو اسی طرح پوشیدہ رکھتے تھے۔ آپ نے امام حسینؑ کو اور اُن سے پہلے امام حسن علیہ السلام کو بھی یہی وصیت کر دی تھی۔

ہمارے علم کا بہت سا ایسا جوہر اور عطر ہے کہ اگر ہم اُس کو تم پر ظاہر کر دیں۔ اور تم اُس کو دوسرے آدمیوں سے کہدو تو وہ سب آدمی تمکو بت پرست سمجھنے لگیں۔ اور اسکی نوبت یہاں تک پہونچ جائے گی کہ مسلمانوں میں سے بعض آدمی میرے خون کو حلال کر دیں گے اور مجھے قتل کرنا ضروری سمجھیں گے۔ اور اس برُے کام کو کہ وہ مجھے مار ڈالیں وہ لوگ اپنی نظر میں بہت اچھا سمجھیں گے"

حضرت امیرالمومنین مولا علیؑ نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے۔

آپ کا ارشاد ہے:-

"میں بعض ایسی باتوں کو جانتا ہوں کہ اگر میں اُن کو تم پر ظاہر کردوں تو تم بہت بے چین اور بیقرار ہو جاؤ۔ اور تمہاری بیقراری کی مثال ایسی ہو جیسے کوئی شخص گہرے کنواں میں رسّیاں لٹکا دے جو ہمیشہ اُس میں پڑی ہوئی ہلتی رہیں اور کبھی اُس کنواں کے نیچے تک نہ پہونچیں جہاں اُن کا ہلنا بند ہو سکے۔ تم بھی اسی طرح بے قرار اور معلّق ہو جاؤ گے اور تمہارا سارا سکون اور اطمینان جاتا رہیگا"

پھر آپ نے آگے چل کر فرمایا اور ایک دوسری مثال دیکر اپنا مطلب واضح کیا۔

"میں ان دنیا والوں کے ساتھ اس طرح چلتا ہوں جیسے کوئی پرندہ دوسرے پرندوں کے ساتھ اُڑتا ہے اور اُن کے ساتھ رہنے کی کوشش کرتا ہے جب وہ سب پرندے اڑتے ہیں تو یہ پرندہ بھی اُن کے ساتھ اُڑتا ہے۔ اور جب وہ پرندے اپنے بازوؤں کو سمیٹ لیتے ہیں اور اُڑنا بند کر دیتے ہیں تو یہ پرندہ بھی اُنکی پیروی کرتا ہے"

اب تم دیکھو کہ باوجود اس احتیاط کے لوگوں نے مولا کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ آپ تو ضرور خود کو چھپاتے رہے۔ مگر تم کو معلوم ہے کہ خدا کے نور اور خدا کی شان وعظمت نے کس طرح اپنا جلوہ ظاہر کیا اور وہ چھپائے سے نہ چھپ سکا۔ تم اس کو دیکھ چکے ہو۔

ذرا اس بات پر غور کرو اور انصاف سے سوچو کہ جس شخص نے اور اُس کی اولاد نے اپنے علم کے خاص جوہر کو ایسی احتیاط کے ساتھ عوام سے پوشیدہ رکھا اور اُن کے دوستوں نے بھی جن کو اُس علم کا کچھ حصّہ معلوم تھا اسی طرح دشمنوں کے خوف سے اُس کو چھپائے رکھا۔ مگر افسوس ہے کہ ان دشمنوں نے جن کو تھوڑا سا راز بھی معلوم ہو گیا تھا محض اپنے کینہ اور حسد کی وجہ سے اُس کو پوشیدہ نہ رکھا اور الٹے سیدھے طریقہ سے ہر کس و ناکس کو ایسی باتوں سے آگاہ کر دیا جن سے بجائے فائدہ کے نقصان ہی ہوتا چلا گیا۔ مگر اس سب دشمنی اور حسد کے باوجود اور اس سب احتیاط۔ رازداری اور پوشیدگی کے ہوتے ہوئے۔ مولا کے اُس خاص علم نے زمین و آسمان کو گھیر لیا اور ساری دنیا میں اپنا اثر قایم کر دیا جو آج تک بھی قایم ہے۔ کہاں ہیں دیکھنے والی آنکھیں جو اندھی نہ ہو جائیں۔ وہ دیکھیں

جانیں پہچانیں اور سمجھیں کہ یہ سارا راز کس طرح چھپا بھی رہا اور ظاہر بھی ہوتا رہا۔
اے میرے بھائیو! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کس قسم کا منظر تھا۔
کس قسم کا ظہور تھا کس قسم کا جلوہ تھا۔ کون ظاہر ہوا اور کس کو ظاہر کیا
اور کیوں ظاہر کیا۔ اے میرے مولا! اے دنیا کی پیدائش کے اصلی سبب!
اے سب ہستی کے اصل مقصود! اے چھپے ہوئے بھید۔ تو کیا تھا اور کیا رہا
ہے اور کس طرح رہا ہے۔ اے خدا کے جلوے! تو کس طرح ظاہر ہو گیا تو
کس طرح ہمارے سامنے آ گیا۔ اس میں سب لوگ سوچتے سوچتے تھک
گئے اور ہمیشہ حیرت اور تعجب میں ڈوبے رہے تو کس ہستی کا منظر ہے کہ تیرے
جلوہ سے فرشتوں کی آواز لامکان سے سنائی دینے لگی۔ تیرا
جمال کیا اچھا ہو گا جو ازل میں ظاہر ہوا۔ تو نے خود کو کس خوبی کے ساتھ
پوشیدہ رکھا اور پھر تو اس طرح ظاہر بھی ہو گیا کہ ایک جماعت نے تجھ کو
پہچان ہی لیا اور تجھ کو "خدا" کہنا شروع کر دیا۔ یہ سچ ہے کہ اگر تو پہلے سے
پردہ اُٹھا دیتا جس سے اندھی آنکھیں کھل جاتیں اور پہچاننے والے تجھے پہچان
لیتے تو پھر تیری پہچان ہی کس طرح سے ہوتی۔ تو سب پر ظاہر ہو جاتا اور کچھ
فرق باقی نہ رہتا۔ سب وہی ایک درجہ کے ہو جاتے۔ وہ کیا دیکھتے اور

کیا کہتے کسی میں کوئی فرق ہی باقی نہ رہتا۔

شاعر لوگ اکثر بے سوچے سمجھے بے تکی باتیں کیا کرتے ہیں۔ مگر خدا کے بعض خزانے جو عرش کے نیچے ہیں اُنکی کنجیاں شاعروں کی زبان ہی ہیں پائی جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے حدیث شریف میں ارشاد ہوا ہے کہ بعض مضموں اور پتہ کی باتیں اللہ تعالیٰ شاعروں کے دلوں میں ڈالدیتا ہے جو وہ اپنے شعروں میں بیان کرتے ہیں۔

۸۔ حق بات کی اہلیت

اے بھائی! یہ ہدایت سے بھرا ہوا رسالہ میں نے ان لوگوں کے واسطے لکھا ہے جو معتقد ہیں جن کے دل میں سچا ایمان ہے جن کا عقیدہ ہم پر جما ہوا ہے۔ میرا مقصد اس رسالہ سے سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ میں اس کے ذریعہ سے لوگوں کو حق کا راستہ دکھا دوں۔ اور میں صرف حق والوں ہی سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اگر میرے بزرگوں نے حق والوں سے بات نہ کہی ہوتی تو میں بھی نہ کہتا۔ مگر چونکہ انھوں نے بعض آدمیوں سے

حق کی بات ضرور کہی ہیں بھی ایسے ہی لوگوں سے وہی بات کہتا ہوں مجھے مذہب کے معاملہ میں کسی سے کوئی لڑائی نہیں ہے۔ جو ہمارا بھید نہیں سمجھتا ہے وہ خود اس کا ذمہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خدا دنیا کی پرواہ نہیں رکھتا اور وہ اپنی مخلوق کا محتاج نہیں ہے۔ اگر دنیا کو خدا کی حاجت نہیں ہے تو وہ خود اس بات کو جانتے ہیں۔

حضرت مولا علیؑ نے فرمایا ہے کہ رسُول مقبولؐ نے سب باتوں کی خبر دیدی ہے اور جو ظاہری احکام آپ پر نازل ہوئے اُن کے مطابق آپ نے عمل کیا اور دین کی خاطر جہاد کیا لڑائیاں لڑیں۔ مگر میرے واسطے یہی حکم رہا ہے کہ میں باطن کی طرف زیادہ توجہ دوں اور باطن کی اصلاح اور ترقی کے لئے کوشش کرتا رہوں۔ اس باطن کے متعلق بھی رسُول مقبولؐ کا یہی ارشاد ہے کہ باطن کے حالات میں بہت زیادہ فرق اور اختلافات مختلف آدمیوں میں پائے جاتے ہیں۔

چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اگر "سلمان" کو یہ معلوم ہو جائے کہ "ابوذر" کے دل میں کیا ہے تو سلمان۔ ابوذر کو کافر سمجھنے لگے۔ بلکہ ایک دوسری جگہ آپ نے فرمایا ہے کہ ایسی حالت میں سلمان۔ ابوذر کو جان سے مار ڈالے۔

اس بات کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بعض بھید کی باتیں جو ایک شخص کے دل میں چھپی ہوئی ہوتی ہیں ایسی گہری اور اہم ہوتی ہیں کہ اگر کسی دوسرے شخص کو جو اُن کا اہل نہیں ہے معلوم ہوجائیں تو وہ اُن کا ہرگز یقین نہ کرے بلکہ اُن کا ایسا برگشتہ اور سخت دشمن ہوجائے کہ اُن ہی باتوں کی بنا پر وہ اپنے مخالف کو بے دین اور کافر سمجھنے لگے اور اُس کو قتل کرنے کو تیار ہوجائے۔

اے بھائی! اتنی بات ضرور سمجھ لینی چاہیئے کہ ہر زمانہ میں خدا کا جلوہ ظاہر ہوتا رہا ہے۔ حضرت آدمؑ کے زمانہ سے آخری پیغمبر کے زمانہ تک اور اب بھی اور آئندہ بھی وہ جلوہ برابر ہوتا رہے گا جیسا کہ تم کو بار بار بتایا جا چکا ہے۔ مگر چونکہ ملعون خناث اور شیطان کا سارا گروہ دنیا میں آدمیوں کو بہکانے کے لئے ہمیشہ سے مذہب والوں کا لباس پہنکر ظاہر ہوتے رہے ہیں۔ اس لئے ہر زمانہ میں ان شیطانوں نے آدمیوں کو دیکھ بھال کر چھانٹ لیا اور اُن کو سیدھے راستے سے بہکا کر باہر لے گئے۔ اُن کو گمراہی اور تباہی کے گڑھے میں دھکیل دیا۔

اے بھائی! سیدھے راستہ سے الگ ہونے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنی منزل مقصود تک نہ پہنچے۔ جس کسی کا راستہ سیدھی لکیر سے

الگ ہوگیا وہ کبھی اپنی منزل پر نہیں پہونچے گا خواہ وہ اب سے ہزاروں سال پہلے الگ ہوا ہو جب وہ پہلی منزل طے کر رہا ہو یا اُس کے بعد کسی زمانہ میں اُس نے حق سے انکار کر دیا ہو اور سیدھے راستہ سے الگ ہوگیا ہو۔ دونوں ہمیشہ گمراہ رہیں گے اور کبھی منزل مقصود تک نہ پہونچیں گے شروع ہی سے آدمیوں کی طبیعتوں میں اختلاف ہوتا چلا آیا ہے۔ ان میں سے بعض تو اول روز ہی سے صحیح راستہ پر نہ آسکے بعض کچھ زمانہ کے لئے آگئے مگر پھر لنگڑے آدمیوں کی طرح تھک کر گر پڑے اور راستہ سے الگ ہوگئے۔

یہودی لوگوں کو اُن کے مذہبی پیشواؤں نے محض دنیاوی لالچ اور نفسانی خواہشات کی بنا پر خوب بہکایا اور اُن کو ایسی باتیں بتائیں کہ وہ سیدھے راستہ سے بالکل ہٹ گئے۔ اور اس قابل بالکل نہ رہے کہ کبھی سیدھے راستہ پر آسکیں۔ اسی طرح عیسائیوں کا یہی حال ہوا۔ وہ بھی ہمیشہ گمراہ رہے۔ بلکہ ان سب بھٹکنے والوں کے ساتھ ایک بات اور یہ ہوئی جو تم پر خوب غور کرنے کے بعد روشن ہو جائے گی کہ یہ لوگ اپنے مذہب کے چکر میں مذہب سے دور ہو گئے۔ چونکہ مذہب کے نام پر ان کے دنیا پرست پیشواؤں نے ایسی نئی نئی باتیں گھڑیں اور ایسے مذہبی دعوے ان کے

دلوں میں ڈالے کہ یہ بیچارے بالکل دوسرے راستہ پر ہی چلنے لگے۔ جو نہ
مذہب ہی رہا۔ نہ دنیا ہی رہی، یہ لوگ نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے
رہے۔ اور ان بیچاروں کو یہ خبر بھی نہ ہوئی کہ آخر اس ساری دنیا کی پیدائش کا
کیا مقصد ہے کس لئے اور کس کے لئے پیدا کی گئی۔ اُن کی خود حقیقت کیا ہے
وہ کہاں سے پیدا ہو گئے اور وہ کہاں جائیں گے۔ اُن کا حشر کیا ہوگا۔ اس
ساری دنیا میں کس کا جلوہ ظاہر ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے کیسے ہو رہا ہے
غرض یہ سب بیچارے اسی گورکھ دھندے میں پھنس کر رہ گئے اور ہمیشہ کے لئے گمراہ
ہو گئے۔ اور یہ بات نبی عربی ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی پیدا ہو گئی
حالانکہ آپ نے صاف طور سے فرما دیا تھا کہ میرے اہلِ بیت قرآن سے کبھی
الگ نہ ہوں گے اور یہی حق اور باطل کی پہچان ہے اور یہ کہ میرے اہلبیت مجھ
سے حوض کوثر پر بہشت میں ملیں گے پس میں یہ بیش قیمت نعمت اور پاک تحفہ
تمہارے واسطے بطور ایک امانت کے قیامت تک کے لئے چھوڑے جاتا ہوں
تم ان دونوں چیزوں کو۔ یعنی میری اولاد اور قرآن شریف۔ کو مضبوطی
سے پکڑے رہو گے۔ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ مگر اس کا نتیجہ کیا ہوا۔
تم خوب جانتے ہو۔ چند نفس پرست اور خدا کو نہ پہچاننے والے آدمی

دوسرے راستہ پر پڑ گئے اور پیغمبر کی اولاد کو چھوڑ بیٹھے۔ سیدھے راستہ سے ہٹ گئے اور قیامت تک کے لئے گمراہی اور بے دینی کے جنگل میں پھنس کر رہ گئے۔ ان لوگوں نے یہ نہ سمجھا کہ آخر حضرت آدم اور دوسرے سب پیغمبر کس ذات کا جلوہ تھے۔ وہ کیوں دنیا میں بھیجے گئے۔ اور وہ جلوہ اب کس صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔ مگر یہ لوگ تو بالکل اندھے ہو گئے تھے۔ اور آنکھیں بند کر کے چلتے رہے۔ اسی وجہ سے راستہ سے دور جا پڑے اور کبھی کسی منزل پر نہ پہونچ سکے۔

اسی مطلب کو مولا علیؑ نے حدیث شریف میں اس طرح فرمایا ہے کہ "میں سب پیغمبروں کے ساتھ پوشیدہ طور پر موجود تھا۔ چونکہ اُس وقت تک دنیا اس قابل نہ ہوئی تھی کہ میں ظاہر ہو سکوں۔ اب چونکہ دُنیا میں ایسی قابلیت اور اہلیت پیدا ہو گئی کہ میرا ظہور برداشت کر سکے تو میں محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دنیا میں ظاہر ہو گیا"

اے بھائی! میرا اس سب گفتگو سے یہ مطلب ہے کہ میں تمہارے سامنے ایسی بات کہوں جو آسانی سے تمہاری سمجھ میں آجائے۔ اور یہ بات اور مختصر طریقہ سے مگر پورا اطمینان دینے والے بیان کے ساتھ کہہ ڈالوں۔

مگر مجھے ڈر ہے کہ میرا بیان زیادہ لمبا نہ ہو جائے۔ اصل میں تو یہ مضمون ایسا ہے کہ اگر میں قیامت تک اس پر لکھتا رہوں تب بھی شاید تمام نہ ہو سکے۔ مگر تم صرف اتنا سمجھ لو کہ حق کی بات ہمیشہ ایک ہی ہو سکتی ہے۔ ایک سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ تم اپنی آنکھوں کو کھولو اور اپنے کانوں کو سننے کے لیے تیار کرو۔ تب تم ایک ہی کتاب نہیں بلکہ ہزاروں کتابیں خود سمجھ لو گے۔ اے محبت کے راستے میں عشق کرنے والے! میں صرف تمھاری محبت کی وجہ سے یہ سب باتیں تم سے کہہ رہا ہوں۔ اور بار بار کہتا ہوں۔ خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو اس کی توفیق عطا فرمائے، اور میری مدد کرے کہ میں حق بات تم کو سمجھا سکوں۔

تم دیکھتے ہو کہ یہ ساری دنیا کیسی عجیب مخلوق ہے۔ یہ چاند یہ سورج یہ ستارے جو دن رات چکر لگاتے رہتے ہیں۔ کبھی دن ہوتا ہے کبھی رات ہوتی ہے۔ کبھی صبح ہوتی ہے کبھی شام ہوتی ہے۔ آدمی اور دُنیا کی ساری چیزیں پُرانی اور نئی ہوتی رہتی ہیں۔ آنے والے آتے ہیں، پیدا ہونے والے پیدا ہوتے ہیں، جانے والے جاتے ہیں۔ مرنے والے مرتے ہیں۔ روزانہ نئے نئے آدمی اپنا اپنا کام سنبھالتے ہیں اور اپنی اپنی طرح اُسکو

انجام دیتے ہیں۔ کتنے آدمی تھے جو چلے گئے اور کتنے آدمی ہیں جو پہلے نہ تھے مگر اب موجود ہو گئے اور یہ بھی پہلے آدمیوں کی طرح چلے جائیں گے۔ اسی طرح یہ تمام دنیا کا کارخانہ چلتا رہا ہے اور چلتا رہے گا۔

۹۔ اہل بیت

اب تم یہ سوچو کہ اگر خدا تعالیٰ نے امام کے ظاہر ہونے کا ایک خاص وقت مقرر کر دیا تھا تو جو آدمی اُس وقت پیدا نہ ہوئے تھے اور بعد میں پیدا ہوئے اُن کا کیا قصور تھا کہ وہ امام کے جلوہ اور اُس کی ہدایت سے محروم رکھے گئے یا یوں سمجھو کہ جو آدمی اُس وقت مقررہ سے پہلے پیدا ہو گئے تھے اور ان کو امام کے زمانہ کا علم ہی نہ تھا۔ وہ کس حساب میں شمار کیے جائیں گے۔ اس طرح دنیا کے آدمی کیسے ہدایت پا سکتے تھے اور کیسے اُس سیدھے راستہ پر چل سکتے تھے جو خدا نے اُن کے واسطے منظور کیا تھا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی یہی مشیّت ہے کہ ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی پیشوا اور رہنما دنیا میں ضرور رہا یا جائے۔ چونکہ انسانوں کی

حالت ایک چھوٹے بچے کی مانند ہے جن کے لئے کسی بڑے آدمی کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے جو اُن کو اچھی اور بُری باتیں بتا سکے۔ ہر بچہ اس قابل نہیں ہوتا ہے۔ نہ اُس میں اتنی سمجھ ہوتی ہے کہ دنیا کی اونچ نیچ اور باریک باتوں کو معلوم کر سکے۔ اُس کے لئے ایک سکھانے والے کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنے نفع و نقصان کی باتوں کو جان سکے۔ انسان کی عمر کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو جائے اور وہ دنیا میں کتنی ہی ترقی کیوں نہ کرے پھر بھی ایسی بہت سی باتیں ہیں جو وہ نہیں جان سکتا اور بہت سے ایسے راستے ہیں جنکا اُس کو تجربہ نہیں ہو سکتا۔ اُس کے علم اور اس کی عقل کی ایک حد مقرر ہے وہ اُس سے آگے نہیں جا سکتا۔ اسی وجہ سے ضرورت ہے کہ انسان کے لئے ہر زمانہ میں ایک ایسا رہبر۔ رہنما۔ پیشوا اور امام ہونا چاہیئے جو اُسکو صحیح راستہ بتاتا رہے اور اُن سب آدمیوں کی مدد کرتا رہے جو برابر دنیا میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

خدا تعالےٰ جب کبھی اپنے بندوں کو اپنے نور کی طرف ہدایت کرنا چاہتا ہے تو وہ اسی پیشوا اور امام کے ذریعہ سے کرتا ہے۔ اُس نے فرمایا ہے ا۔ یَہۡدِی اللّٰہُ لِنُوۡرِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ (۲۴-۳۵)

"خدا جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف لے جاتا ہے۔ زمانہ ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا ہے۔ دنیا اور اس کے تمام حالات ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ اس لئے اس بدلتے ہوئے زمانہ کا یہی تقاضا ہے کہ انسانوں کے لئے ایک پیشوا ضرور ہو جو اُن کو زمانہ کی رفتار کے مطابق حکم دیتا رہے اور اُن کو بتاتا رہے کہ کس قسم کے حالات میں اُن کو کیا کرنا چاہیئے اور کیا نہ کرنا چاہیئے۔ ایسی صورت میں خدا کی مرضی اور خدا کی مشیت ہمیشہ یہی رہی ہے کہ وہ اپنا جلوہ ایک خاکی جسم میں ظاہر کرتا رہتا ہے۔ چونکہ یہ خاکی جسم فنا ہونے والا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ پُرانے لباس کی طرح بدل دیا جاتا ہے اور خدا کا وہی جلوہ ایک دوسرے نئے لباس میں ظاہر ہو جاتا ہے۔

عوام کی حالت رعیّت کی طرح ہوتی ہے۔ اس لئے اُن کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق عمل کریں یا وہ جس کو چاہیں اپنا سردار بنا لیں اور جو اصل سردار خدا نے ان کے واسطے مقرر کیا ہے اُس کو چھوڑ بیٹھیں۔ پیشوائی کا لفظ جو فارسی زبان میں امامت کے واسطے استعمال ہوتا ہے۔ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ وہ عوام کے ہاتھ میں دیدی جائے۔

محمدؐ اور علیؑ دونوں ایک ہی نور تھے۔ وہ دونوں ایک خاص کام کے لئے دو مختلف لباسوں میں آدمیوں کے سامنے ظاہر ہوئے۔ تاکہ اُن میں سے ہر ایک دوسرے کی شناخت کرا سکے۔ مگر بعض آدمیوں نے پھر بھی اُن کو شناخت نہ کیا اور گمراہی میں پڑ گئے۔

اس کے متعلق سلمان فارسی نے خوب کہا ہے۔ جس روز حضرت ابوبکر کو ظاہری خلافت پر مقرر کیا گیا تو سلمان فارسی نے اپنی فارسی زبان میں یہ الفاظ کہے:۔

"کردید و نکردید"

یعنی تم لوگوں نے کیا اور کچھ نہ کیا۔ اس کا یہ مطلب تھا کہ تم نے پیغمبر کا جانشین ضرور مقرر کیا مگر جو بات کرنی تھی وہ نہ کی۔ یہ بہت لمبا قصہ ہے۔ اس کی تفصیل کی گئی تو ہم بہت دور نکل جائیں گے بس یہ سمجھ لو کہ محمدؐ اور علیؑ کے اس پاک نور نے حضرت فاطمہؑ سے اپنا ظہور کیا جس سے دو خالص موتی حسنؑ اور حسینؑ ظاہر ہوئے۔ اس نور کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں مٹا سکتی۔ خدا تعالےٰ نے خود فرمایا ہے کہ:۔

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ

يُتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ط (۹ - ۳۲)

"لوگوں نے چاہا کہ خدا کی روشنی کو بجھا دیں مگر خدا کی یہ مرضی ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا کرے اور اُسے کبھی نہ مٹنے دے خواہ منافقوں مشرکوں اور کافروں کو یہ بات کتنی ہی ناگوار کیوں نہ معلوم ہو۔"

کافر ہمیشہ کوشش کرتے رہے کہ خدا کا نور دنیا سے فنا ہو جائے۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ خدا کا نور جس سے لوگوں کو ہدایت ہوتی ہے دنیا میں باقی نہ رہے اور بغیر اپنا کام پورا کئے واپس چلا جائے۔ اگر ایسا ہو جاتے تو پھر آئندہ دنیا میں پیدا ہونے والے سب آدمی کیا کرینگے کس کی پیروی کریں گے۔ کس راستہ پر چلیں گے۔ اور جب اُن کے لئے کوئی راستہ بتانے والا ہی نہ ہوگا تو وہ ضرور غلط راستہ پر پڑ جائیں گے۔ عوام اس نور کو پہچانیں یا نہ پہچانیں اور باطل راستہ اختیار کرلیں۔ مگر پھر بھی خدا کی یہی مشیت ہے کہ یہ نور ایک حجّت اور دلیل کی صورت میں ساری دنیا کے سامنے پوری طرح ظاہر ہو۔

اے میرے بھائی! رسُول مقبول نے اپنے آخری وقت میں ایک

بڑی گہری اور سچی بات سب کو بتا دی تھی اور ایک سیدھا راستہ سب کو دکھا دیا تھا آپ نے فرما دیا تھا کہ "یہ کتاب یعنی قرآن شریف اور میری اولاد قیامت تک ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوگی"۔ مگر اس بات کو رسولِ مقبولؐ کے بعد بہت سے آدمی بھول گئے اور اس پر عمل نہ کر کے گمراہ ہو گئے۔ یہ کبھی خیال نہ کرنا چاہیئے کہ سب بنی ہاشم یا سب سید عترت یا آلِ رسُول شمار کیئے جا سکتے ہیں۔ چونکہ بہت سے سیّد جو سنّی ہو گئے اُنکو امامت سے کوئی تعلق نہیں رہا اور اُن کا کوئی رہنما نہ رہا۔ دراصل امامت کا درجہ ایک خاص قسم کا درجہ ہے۔ جب خدا تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کا لقب دینے کے بعد یہ فرمایا کہ "ہم نے تم کو امام مقرر کیا ہے تو حضرت ابراہیمؑ نے دریافت کیا کہ:۔

اے خدا! میری اولاد میں سے اس امامت کو کون حاصل کرے گا اور میرے بعد میری اولاد کا کیا حشر ہو گا۔

خدا تعالےٰ نے جواب میں فرمایا کہ:۔

دیکھو! یہ امامت کا درجہ ہماری طرف سے بڑی ذمہ داری کا عہدہ ہے ایسے آدمیوں کو ہرگز عطا نہیں کیا جائے گا جو ظالم ہوں گے اور جو حق کے

راستہ سے ہٹے ہوئے ہوں گے"

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ (۲-۱۲۴)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہر شخص کو یہ حق نہیں پہونچتا ہے کہ وہ محض اس وجہ سے کہ وہ رسول مقبول ؐ کے رشتہ دار ہونے کا دعویٰ کرتا ہے خود کو امام مقرر کرا سکے۔ وہ سب آدمی جو بنی ہاشم ہیں یا رسول مقبول ؐ سے قرابت رکھتے ہیں امام نہیں بن سکتے" چونکہ ان میں سے بہت سے ایسے بھی ہوں گے جو دراصل کسی مذہب کے پیرو نہ ہوں گے۔ اس لئے عترت سے صرف رسول مقبول ؐ کے بعد وہ اولیاؑ مراد ہیں جو دراصل خدا کی طرف سے رہنما اور امام مقرر کئے گئے اور جن کو سلسلہ بہ سلسلہ باپ سے بیٹے کو وصیت اور ہدایت دی گئی۔

تم دیکھتے ہو کہ عام آدمی روزانہ کسی نہ کسی کی پیروی کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ایک نہ ایک رہنما کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان امامت کا دشمن ہے اور وہ روزانہ بے سمجھ اور سیدھے سادھے آدمیوں کو ہاتھ پکڑ کر کھینچتا رہتا ہے اور ان بیچاروں کے

دین و ایمان کو خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر ہر شخص واقعی "وصی" ہونیکی اہلیت رکھتا تھا اور "عترت" میں داخل ہو سکتا تھا تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ ہمارے اماموں کے زمانہ میں جو اور سید تھے اُن کو لوگوں نے اپنا امام اور اپنا رہنما تسلیم نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب شیطان کی دھوکے بازی ہے۔ وہ مذہب کے نام پر اپنا جادو چلاتا ہے۔ ایک آدمی کو شریعت کا لباس پہنا کر خوب نماز اور روزہ کی طرف متوجہ کرتا ہے اور دوسرے آدمیوں کو بہکاتا ہے کہ وہ سب اُس کی پیروی کریں مگر وہ اس کوشش میں ناکامیاب ہو جاتا ہے اور دیکھتا ہے کہ زیادہ آدمی پیغمبر کی اولاد اور اُس کے "اوصیا" کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اُن کا جائز حق اُن کو دیتے ہیں۔ اور اُن کو اپنا خداوند تسلیم کر لیتے ہیں۔ یہ شیطان کا ذاتی حسد اور اندرونی دشمنی اُس کو مجبور کرتی ہے کہ وہ کوئی دوسری چال چلے اور کسی نئے لباس میں آکر لوگوں کو دھوکہ دے اور اُنکو دوزخ کی طرف کھینچ لے جائے۔ رسُول مقبولؐ کے زمانہ سے اس وقت تک تم دیکھو گے کہ شیطان کتنے مختلف لباسوں میں لوگوں کے سامنے ظاہر ہوتا رہا ہے اور اس نے اپنے چیلوں کی مدد سے لوگوں کو کس طرح دھوکا

دے کر اپنے جال میں پھانسا ہے اور اُن کو تباہ و برباد کرکے کس طرح دوزخ میں ڈالدیا ہے۔ رسُول مقبولؐ نے اپنے آخری زمانہ میں یہ بات صاف طور سے تبلادی تھی۔

دنیا کا لالچ رکھنے والے آدمیوں کو یہ چاہیئے تھا کہ وہ کہ وہ اپنی دنیاداری اور کھانے کمانے کے دھندے میں لگے رہتے اور مذہب کا کھیل نہ کھیلتے مگر اُن کو یہ سوجھی کہ کچھ بھولے بھالے بے سمجھ آدمیوں کو بہکاکر اپنا اُلو سیدھا کریں اور اُن کی بیوقوفی سے ناجائز فائدہ اُٹھائیں۔ رسولؐ کے بعد سے ابتک یہی چکر چلتا رہا ہے۔ چند بھیڑیوں نے جو بظاہر بھیڑیں معلوم ہوتے تھے ان بیچاری بکریوں کو اپنے ساتھ لیا اور اُن کو سیدھے راستہ سے ہٹاکر تباہ و برباد کردیا۔

عوام کی حالت ایک بھیڑوں کے گلہ کی طرح ہے اور اُنکا رہنما چرواہے کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ دنیا پرست اور لالچی آدمی جو حق والوں اوراللہ والوں کے پکے دشمن ہیں ہمیشہ اسی تاک میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی موقعہ ملے تو عوام کو دھوکہ دیکر سیدھے راستہ سے ہٹادیں ان کی حالت ایک چور اور ڈاکو کی طرح ہوتی ہے۔ جو چرواہے کا لباس پہنکر ظاہر ہو۔ یا ایسے بھیڑیئے

کی طرح ہوتی ہے جو بکری کا بھیس بدل کر سامنے آئے۔ یہ لوگ ظاہری صورت میں تو خدا پرست اور اللہ والے معلوم ہوتے ہیں مگر دل میں اور اندر سے خدا کے دشمن اور خدا والوں کے دشمن ہوتے ہیں۔ ان کے سارے ڈھونگ اس لئے ہوتے ہیں کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے سامان پیدا کریں۔ یہ بڑے مکار دھوکے باز اور چالاک قسم کے شکاری ہوتے ہیں جو ہر لباس میں اور ہر طریقہ سے دین کی چوری اس طرح کرتے ہیں کہ تم کو پتہ بھی نہیں چلتا اور تمہاری سمجھ میں بھی نہیں آتا ہے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ تم ان کے پیچھے پیچھے ہو لیتے ہو۔ اگر بیچاری چڑیا کو پتہ لگ جائے کہ جال اور دانہ میں کیا فرق ہے یا کس جگہ اس کو پکڑنے کے لئے جال بچھا ہوا ہے تو وہ جال میں کبھی نہ پھنسے مگر ایسا نہیں ہوتا۔ جب ایک چڑیا جال میں آجاتی ہے تو دوسرے پرندے اس کی پیروی میں جال کی طرف دوڑتے ہیں اور اس میں پھنس جاتے ہیں ان پرندوں نے اپنے ایک ہم جنس کو جال میں دیکھ لیا۔ اور اس کو دیکھ کر جال کی طرف دوڑ پڑے اور خود بھی اس چڑیا کی طرح جال میں آپھنسے۔

اے بھائی! بیکار باتوں میں اپنا وقت ضائع نہ کرو اور سیدھے راستے سے کبھی نہ ہٹو۔ جب تم سمجھتے ہو کہ تمہارے راستہ میں جو کنواں یا

گڑھا پڑے گا اُس کو تم نہ پہچان سکو گے اور تم اس قابل نہیں ہو کہ صحیح اور غلط راستہ کا فرق معلوم کر سکو تو تم ضرور کسی نہ کسی دن اُس کنوئیں یا گڑھے میں گر پڑو گے اور سیدھے راستہ سے الگ ہو جاؤ گے ۔ اس لئے بغیر رہنما کے ایسا سفر نہ کرو اور کبھی اپنے رہنما اور پیشوا کو نہ بھولو جب تک تم سب بھیڑوں کا گلہ اپنے چرواہے کی نگرانی میں بہشت کے حوض کوثر تک نہ پہونچ جائے ۔ جب یہ گلہ تھکا ہارا اور بھوکا پیاسا حوض کوثر کے کنارہ پر پہونچ جائیگا ۔ اُس وقت تم کو معلوم ہوگا کہ کن لوگوں نے کن کی پیروی کی جو کامیاب رہے اور حوض کوثر کے میٹھے پانی سے دل بھر کر اپنی پیاس بجھائی ۔ اور کون سے لوگ اُن چوروں کے پیچھے چلتے رہے جو چرواہے کی شکل رکھتے تھے اور جن کی پیروی کرنے سے یہ سب ہلاک ہو گئے ۔ حوض کوثر تک نہ پہونچ سکے ۔ راستہ ہی میں تھک کر بھوکے اور پیاسے مارے گئے ۔ یاد رکھو کہ ایسے لوگوں کے نزدیک سچائی اور حق کی بات کوئی وقعت نہیں رکھتی ہے انکو ہمیشہ اُلٹی ہی سوجھتی ہے اور یہ ہمیشہ اُلٹے ہی راستہ پر چلتے ہیں ۔ عربی زبان کے چار لفظ ان لوگوں کو یاد ہیں ۔ (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ) ان ہی کو

ہر وقت دہراتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم دین کی سب باتیں جانتے ہیں۔ ہم کو دین کا صحیح راستہ معلوم ہے، مگر یاد رکھو یہ لوگ بالکل جھوٹے ہیں۔ تم ان لوگوں کو شعبدہ بازوں اور بازیگروں کی طرح سمجھو جو ایسی چیزیں دکھاتے ہیں جن کی اصلیت نہیں ہوتی مگر دیکھنے والے خیال کرتے ہیں کہ یہ سب سچی چیزیں ہیں۔ تمہاری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ شعبدہ باز کس طرح تمہاری نظر بندی کرتے ہیں۔ اگر تم کو بھی اُن کی ترکیبیں معلوم ہو جائیں اور تم ان کے سامان کے ساتھ اُن کی طرح تماشا دکھلانے لگو تو تم سمجھ لو گے کہ یہ ایک قسم کا ہُنر ہے جو سیکھنے سے آسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اسکی اور کوئی اصلیت نہیں ہے۔ مگر چونکہ عام آدمی ان کی ترکیبوں کو نہیں جانتے ہیں اس لئے وہ یہی خیال کرتے ہیں کہ یہ کوئی بہت بڑا کمال ہے جو ہر آدمی کے بس کا نہیں ہے اور جو کچھ وہ کہتے ہیں بالکل سچ اور حقیقت ہے۔ مگر ان کا بھید کُھل جانے پر ساری اصلیت معلوم ہو جاتی ہے اور پتہ چل جاتا ہے کہ یہ سب دھوکا ہی دھوکا تھا۔

اے میرے پیارے عزیز! ہمیشہ اپنے رہنما کی بات سنو اور اُسی کے مطابق عمل کرو۔ اور اُس کے حکم سے کبھی باہر نہ جاؤ۔ ان چوری کرنے

والے شعبدہ بازوں کے کہنے میں کبھی نہ آؤ ورنہ تم اپنی زندگی بیکار کھوتے رہو گے۔ یہ سب کے سب بڑے چور ہیں۔

حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا ہے کہ ہر شخص جس کے سینہ میں دل ہے عقلمند نہیں ہوتا ہے۔ یہ سب جسم کے اعضا سر۔ آنکھ۔ ناک۔ کان وغیرہ جن سے انسان کام لیتا ہے سب آدمیوں میں پائے جاتے ہیں۔ چور میں بھی یہی اعضا ہوتے ہیں بس تم کس طرح سمجھتے ہو کہ فلاں شخص چور نہیں ہے جس میں یہ سب اعضا موجود ہیں۔ اور تم خود بھی یہی اعضا رکھتے ہو تو ممکن ہے کہ تم خود ہی چور بھی ہو سکو اس لئے فرمایا ہے کہ محض ان اعضا کے ذریعہ سے انسان کی پہچان نہیں ہوتی ہے۔ ہر دل رکھنے والا ضروری نہیں کہ عقل رکھنے والا بھی ہو۔ ہر آنکھ رکھنے والا ضروری نہیں کہ معرفت کو دیکھنے والا اور خدا کو پہچاننے والا بھی ہو سکے۔ ہر کان رکھنے والا ضروری نہیں کہ معرفت کی بات بھی سُن سکتا ہو۔ سچی بات یہ ہے کہ اس قسم کے آدمی در اصل انسان کہلانے کے مستحق نہیں ہیں جیسا خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ط

أُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ط (۷-۱۷۹)

لیعنی۔ ان لوگوں کے دل ہیں مگر وہ سمجھتے نہیں ہیں۔ ان لوگوں کی آنکھیں ہیں مگر وہ اُن سے دیکھتے نہیں ہیں۔ ان لوگوں کے کان ہیں مگر وہ سُنتے نہیں ہیں۔ یہ لوگ بالکل چوپایوں اور جانوروں کی طرح ہیں۔ بلکہ بعض حالات میں یہ لوگ جانوروں سے زیادہ گمراہ اور بے سمجھ ہیں۔ یہ لوگ خدا سے بالکل غافل ہیں۔

پس ایسی صورت میں تم ان جانوروں اور غافلوں کی پیروی کیوں کرتے ہو۔ سچے رہنما اور انسان کامل کو کیوں چھوڑتے ہو۔ مجھے اُن لوگوں پر بڑا تعجب ہے جو اپنے نبی کی پیروی نہیں کرتے اور اُس نبی کے حکم کے مطابق اُسکے وصی کی اطاعت نہیں کرتے۔

یہ لوگ صرف اپنی نفسانی خواہشات کے سوا اور کسی رستہ پر نہیں چلتے۔ جو کچھ وہ جانتے ہیں اُسی کو کہتے ہیں کہ یہی خدا کا حکم ہے۔ جو وہ نہیں جانتے ہیں اور جو بات اُن کی سمجھ میں نہیں آتی ہے اُس سے ہمیشہ انکار کرتے ہیں۔ گویا یہ لوگ خدا کے حکم کو اپنے خیالات کے ماتحت سمجھتے ہیں اور

اپنے خیالات کے مطابق خدا کے سب حکم بنا لیتے ہیں۔ ہر شخص نے اپنی رائے کے مطابق ایک نیا حکم خدا کے نام سے گھڑ لیا۔ کوئی حدیث بنا کر نقل کر دی امام پر کوئی جھوٹا الزام لگا دیا۔ جیسا جی چاہا دین کی باتوں کو ویسا ہی بنا لیا۔ ان لوگوں نے کیسا غضب ڈھایا ہے۔ کتنی غلط باتیں پیدا کی ہیں۔ کیسا خبط۔ خلط ملط اور شکوک بنا کر کھڑا کر دیا ہے۔ خدا کی حجت۔ اس کی صاف اور روشن دلیل۔ اس کے صحیح اور سچے ظہور کو چھوڑ کر کیسی کیسی مختلف حجتیں اور دلیلیں اپنے لئے اختیار کر رکھی ہیں۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ حضرت مولا نے اس طرح فرمایا۔

"کیا ان لوگوں کو خدا نے یہی حکم دیا کہ دین میں اتنے اختلافات پیدا کریں جن کی یہ لوگ پیروی کر رہے ہیں، یا خدا نے ان کو سختی کے ساتھ منع کیا تھا کہ دین میں کبھی اختلافات اور فرق پیدا نہ کریں اور یہ لوگ خدا کی نافرمانی کر کے اب گنہگار ہو رہے ہیں۔ یا خدا نے دین کو ناقص۔ نا مکمل اور ادھورا بھیجا تھا جس کو یہ لوگ اب مکمل اور پورا کر رہے ہیں یا یہ لوگ خدا کے شریک ہیں کہ جس چیز کو یہ چاہیں وہی کہیں اور پھر خدا بھی فوراً اُن کی بات مان لے۔ اور اُن سے راضی ہو جائے اور ان کا قول خدا کا قول شمار

کیا جائے۔ یا خدا نے دین کو تو ناقص اور ادھورا نہیں بھیجا مگر پیغمبر نے دین کی باتیں ٹھیک ٹھیک لوگوں تک نہیں پہونچائیں اور خدا کے حکم کو پورا پورا دنیا کے سامنے نہیں رکھا۔ اس لئے یہ لوگ اب پیغمبر کی اُس کمی کو پورا کرتے ہیں؟ اب تم سوچ کر ان باتوں میں سے کونسی بات ٹھیک ہے اور تم کو عقل کے مطابق معلوم ہوتی ہے۔

اے بھائی! سچ بات یہ ہے کہ شیطان کا ہاتھ بڑا قوی ہے۔ دیکھو اُس نے کس طرح لوگوں کو شبہ میں ڈالدیا۔ رسولؐ کی وفات کے بعد کس طرح مسلمانوں کو دھوکا دیا۔ یہ سب مخالفت جو لوگوں نے دین کے معاملہ میں کی اور صحیح راستہ سے دور ہو گئے وہ صرف اس وجہ سے ہوئی کہ پیغمبرؐ کے قول پر عمل نہ کیا جو آپ نے بہت پہلے کہدیا تھا اور اسی وجہ سے یہ لوگ پیغمبر کی عترت اور جانشین اولاد کو چھوڑ بیٹھے اور پیغمبر کی وصیت کو بھول گئے۔ اُس پر عمل نہ کیا۔ اس لئے خدا نے اُنکو یہ توفیق نہ دی کہ وہ صحیح راستہ اختیار کر سکیں۔ یہ لوگ ہمیشہ گمراہ رہیں گے اور کبھی صحیح راستہ پر نہ آئینگے۔ خدا کے پیغمبر محمد عربی ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کی ہدایت کے لئے خدا کی طرف سے بھیجے گئے۔ آپ نے اپنی قوم کی خاطر بڑی بڑی

مصیبتیں اُٹھائیں۔ آپ کے ساتھ بڑے ظلم کئے گئے۔ بڑی تکلیفیں پہونچائی گئیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جتنا ظلم آپ کی قوم نے آپ کے ساتھ کیا اور جتنا سخت۔ بُرا اور تکلیف دہ برتاؤ آپ کو اپنے آدمیوں کے ہاتھوں برداشت کرنا پڑا وہ دنیا کے کسی دوسرے پیغمبر کے ساتھ نہیں کیا گیا۔ آپ نے خود فرمایا ہے کہ میری طرح کسی پیغمبر نے اپنی قوم سے اتنی تکلیف برداشت نہیں کی۔

ذرا غور کیجئے کہ رسُول مقبولؐ نے ان لوگوں کے ساتھ کتنا بڑا احسان کیا تھا۔ آپ نے ان لوگوں کو گمراہی اور بے دینی کے جنگل سے نکال کر ہدایت اور نیکی کے شہر میں آباد کر دیا۔ ایک پاکیزہ اور آسان مذہب ان لوگوں کے واسطے چھوڑ گئے۔ آپ نے خود فرمایا ہے کہ میں آدمیوں کے لئے آسان دین لے کر آیا ہوں۔

آپ دنیا کو بت پرستی سے باہر لائے۔ اور آخر میں مجبور ہو کر لوگوں کو سختی سے اور تلوار کے ذریعہ سے بھی سمجھایا اور بعض آدمی اس تلوار کے علاج سے ہی سیدھے راستہ پر آگئے جو اس کے بغیر کبھی درست نہ ہو سکتے تھے۔

اب یہ سوچو کہ پیغمبر کی ان سب بھلائیوں اور نیک خدمات کا بدلہ اُن کی قوم نے کس طرح دیا۔ اور حقیقت میں اس کا کیا مناسب، معاوضہ یا بدلہ

ہونا چاہیئے تھا۔ کیا یہی مناسب تھا کہ جب تک آپ زندہ رہیں آپ کو برابر طرح طرح کی تکلیفیں پہونچاتے رہیں۔ اور آپ کے بعد آپ کی اولاد اور آپ کے جانشین رہنماؤں یعنی اوصیا کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں جس کو ساری دنیا جانتی ہے۔ جہاں کہیں یہ رہنما پائے گئے وہیں مار دیئے گئے۔ ان کو برا بھلا کہا گیا اور اُن کا نام و نشان مٹانے کی کوشش کی گئی۔ ان لوگوں کا یہ خیال تھا کہ ہم تو خدا پرست ہیں۔ ہم قرآن کو پڑھتے ہیں۔ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ جو کچھ ہم کرتے ہیں وہ سب ٹھیک ہے۔ مگر ان ہی لوگوں میں ایسے چور بھی تھے جو یہی کہتے تھے کہ ہم قرآن سے خوب واقف ہیں مگر ان ہی چوروں نے پیغمبر کی اولاد یعنی عترت کو چھوڑ دیا۔ ان لوگوں سے کوئی یہ پوچھے کہ اے بے انصافو! اگر تم واقعی قرآن کو مانتے ہو تو پیغمبر کی اس بات کو کیوں نہیں مانتے "قرآن اور میری اولاد کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے"۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم کو دراصل اس بات کا یقین ہی نہیں ہے۔ اگر ہے تو پھر رسولؐ کی اولاد کی پیروی کیوں نہیں کرتے ہو اور کسی دوسرے کی پیروی کیوں کرتے ہو؟ یا ایسے آدمی کی پیروی کیوں کرتے ہو جس کو تم نہیں پہچانتے ہو۔

رسولؐ کا خلیفہ دنیا میں ہمیشہ رہنا چاہیئے خواہ لوگ اُس کو پہچانیں یا نہ

پہچانیں۔ اُس کی پیروی کریں یا نہ کریں۔ مگر دنیا میں اُس کا موجود ہونا ضروری ہے تاکہ وہ اُن لوگوں کو ہدایت کر سکے جو اس کے فرمانبردار ہیں اور جس کے ذریعہ سے اس دنیا کے تمام کاموں کا انتظام خدا کی طرف سے ہوتا رہے۔ پیغمبر اور حضرت مولی علیؑ سے لیکر آج تک نسل بعد نسل باپ سے بیٹے تک یہ خلافت کا سلسلہ قائم ہے اور پہچاننے والے اس کو پہچانتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا کا سارا کام ہی بگڑ جاتا اور کس کو معلوم ہوتا کہ کون دنیا کا سچا رہنما ہے۔ آج دنیا میں شاید بعض آدمی عقیل اور عباس کی اولاد میں سے موجود ہوں گے اور اُن کے متعلق یہ شہرت بھی ہو سکتی ہے کہ وہ پیغمبر کی اولاد میں سے ہیں۔ اگر فرض کرلو کہ یہ بات سچ ہے کہ وہ لوگ سیّد بھی ہیں تو اُن کے لئے بھی یہی ضروری ہے کہ وہ سب اُسی ایک خلیفہ اور ایک امام کے فرمانبردار اور پیرو ہوں جو دنیا میں اس وقت موجود ہے جس طرح پہلے سے ہمیشہ حضرت مولا علیؑ کی ساری اولاد اُسی ایک امام کی پیروی کرتی رہی ہے جو امامت کیلئے مقرر کیا گیا تھا۔ کوئی شخص کسی حق کا دعویٰ بلاوجہ۔ بیہودہ اور فضول طریقہ سے نہیں کرسکتا ہے نہ دنیا اسکو مان سکتی ہے کہ وہ اپنی مرضی سے دنیا کو جس راستہ پر چاہے لیجائے اور پیغمبر کی اولاد سے بنی عبّاس کی طرح دشمنی کرے۔ امامت

کا حق صرف خدا کی طرف سے پہونچتا ہے اور اُسی کے حکم کے مطابق قائم رہتا ہے۔ جو لوگ اس کے خلاف چلتے ہیں وہ دراصل سیدھے راستہ کے خلاف اور پیغمبر کے وصی کے دشمن ہوتے ہیں جس طرح بنی عبّاس تھے۔ ان لوگوں کے پاس کوئی معقول وجہ اور معقول دلیل اپنی بات کو ثابت کرنے کے لیے نہیں ہوتی ہے۔ بس وہی کرتے ہیں کہ دوسروں کو بُرا بھلا کہیں اور اپنی ہٹ دھرمی پر جمے رہیں۔ اگر آج ان لوگوں کے ہاتھ میں طاقت آجائے تو وہ ہم سب کو بالکل بے پرواہ ہوکر اسی طرح مار ڈالیں جیسا کہ پہلے ہمارے بزرگوں کو مار ڈالا ہے۔

رسُول مقبولؐ کے زمانہ میں رسُولؐ کی اولاد صرف حسن اور حسین علیہما السلام شمار کئے جاتے تھے۔ چونکہ وہی دراصل 'عترت' اور 'وصی' کہے جاتے تھے نہ کہ سارے بنی ہاشم جو رسُولؐ کے خاندان سے تھے۔

رسولؐ کی اولاد کو بادشاہت کی پروا نہ تھی اس لئے وہ ظاہری شان وشوکت اور دنیوی سازوسامان کی طرف کبھی توجہ نہ دیتے تھے۔ وہ گوشہ نشین اور خانہ نشین ہو گئے۔ باہر کے مخالف آدمیوں کو موقعہ مل گیا کہ اپنی سازشوں اور سیاست کی چالوں میں کامیاب ہوسکیں۔ رسُول مقبولؐ

نے پیشنگوئی کی تھی کہ روم اور عجم کے تمام شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آجائینگے آپ نے اس فتح کا وعدہ کیا تھا اور آپ کا یہ وعدہ عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں پورا ہوگیا۔ اُس وقت کچھ مسلمانوں کو خیال آیا کہ رسُول کی عترت کی طرف توجہ کریں مگر مخالفوں کے حسد، کینہ اور دشمنی نے اس بات کی اجازت نہ دی کہ رسُولؐ کی عترت کو اُن کا جائز حق دے سکیں اور اُن ہی میں سے ایک کو اپنا خلیفہ۔ اپنا امام اور اپنا سچا اور صحیح رہنما او پیشوا مقرر کریں۔ بلکہ رسُولؐ کی اولاد جو باقی رہ گئی تھی۔ اس کے پیچھے بھی پڑ گئے اور ہر قسم کی کوشش کی کہ اس کو بھی بالکل دنیا سے ختم کر دیں۔ مگر خدا کی مرضی ایسی نہ تھی اور مخالف اپنی اس قسم کی سب کوششوں میں ناکامیاب رہے۔ رسُولؐ کی اولاد کو طرح طرح کی تکلیفیں پہونچائیں۔ جہاں تک بس چلا اُن کو جان سے مار بھی ڈالا۔ مگر رسُولؐ کی اولاد آج بھی دنیا میں موجود ہے اور انشاءاللہ تعالےٰ قیامت کے دن تک باقی رہے گی اور اُن لوگوں کی ہدایت کرتی رہے گی جو پیغمبر کے فرمانبردار اور پیرو ہیں۔

۱۱- اصلی ایمان کیا ہے

یہ سب جانتے ہیں کہ پُرانا زمانہ میں لوگ پتھر کے بتُوں کو پُوجا کرتے تھے ۔ ان میں بعض جانوروں اور گائے کے بچوں کو بھی پُوجتے تھے ۔ اگر سچ پوچھو تو آجکل بھی اسی قسم کے اکثر آدمی پائے جاتے ہیں ۔ ان میں اور اُن پرانے آدمیوں میں دراصل کوئی فرق نہیں ہے ۔ وہی اعتقاد باقی ہے ۔ آجکل بتوں کی جگہ آدمی اپنے نفس اور اپنی حیوانی خواہشوں کی پرستش کرتے ہیں جیسا کہ ہم نے پچھلے باب میں ذکر کیا ہے ۔ یہ لوگ رسُولؐ کی اولاد کو بھول گئے ۔ جب کبھی ان لوگوں کو موقعہ ملا انھوں نے اپنے گروہ کے آدمیوں کو اور اپنے ماننے والوں کو جن میں تھوڑی بہت سمجھ تھی یا نہ تھی بہکانا شروع کر دیا ۔ دین کا لباس پہن کر اور اپنی پیشانی پر زیادہ سجدہ کرنے کا نشان پیدا کر کے لوگوں کو دھوکا دیا اور اُن کو بالکل تباہ و برباد کر دیا ۔ سیدھے اور سچے راستہ سے ہٹا دیا ۔

اے بھائی ! اس میں بالکل شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ اسی قسم کے

لوگوں نے رسولؐ مقبول کی ذات کے بعد رسولؐ کی صاف اور کھلی ہوئی وصیت کے خلاف عمل کیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں دین اور ایمان بالکل نہیں تھا ورنہ یہ کس طرح ممکن تھا کہ یہ لوگ پیغمبرؐ کے وہ احکام تو سن لیں اور یاد رکھیں جو نماز اور روزہ وغیرہ کے متعلق تھے مگر وہ دوسرے احکام مثلاً مولا کی خلافت یا اس کے علاوہ اسی کے متعلق دوسری ہدایتیں بالکل نہ سنیں۔ اور اُن کو بالکل بھول جائیں۔ اس کی اور کوئی وجہ سوائے اس کے نہیں ہو سکتی کہ ان لوگوں میں دھوکا اور فریب کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

اے بھائی! میری اس بات سے تم یہ غلطی نہ کرنا کہ میں کہتا ہوں کہ نماز نہ پڑھو یا روزہ نہ رکھو۔ بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ ہر نماز پڑھنے والے اور روزہ رکھنے والے کے دھوکے میں نہ آؤ۔ میرا یہ مطلب ہے کہ بہت سے ایسے آدمی ہیں جو دین کے بھیس میں اُن لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں جن میں عقل نہیں ہے اور جو صرف اُن ہی باتوں کو سمجھ سکتے ہیں جو اُنکو ظاہری آنکھوں سے نظر آسکیں۔ اس قسم کے دیندار آدمیوں میں دوسروں کو دھوکہ دینے کے سب اسباب اور کمالات جمع ہو جاتے ہیں اور وہ آسانی سے لوگوں کو اپنے جال میں پھانس لیتے ہیں۔ کیا تم نے یہ نہیں سُنا ہے کہ ایک شخص ہمیشہ

جَو کی روٹی اور سرکہ کھایا کرتا تھا۔ بہت ریاضت اور عبادت کرتا تھا۔ اُس نے نماز۔ روزہ اور حج کبھی نہیں چھوڑا۔ یہ سب باتیں بہت اچھی تھیں مگر چونکہ اُس شخص میں مولا کی محبت نہ تھی اس لئے یہ سب باتیں۔ اُس کی ساری محنت اور عبادت بالکل بیکار ثابت ہوئی۔ اب تم سوچو کہ جب مولا کی محبّت نہ ہونے سے سب عبادت بیکار ہو جاتی ہے تو اُس شخص کا کیا حال ہوگا جو مولا سے دشمنی رکھتا ہو۔ اس سے تم کو معلوم ہوگا کہ اصلی ایمان مولا کی محبّت ہے۔ اب بات یہاں تک پہونچ گئی تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ ایمان عبادت اور معرفت کے متعلق تحقیقات کی جائے۔

اے بھائی! دیکھو۔ اسلام اس کا نام ہے کہ آدمی زبان سے دونوں شہادتوں کا اقرار کرے۔ یعنی خدا کی شہادت کہ خدا ایک ہے اور رسولؐ کی شہادت کہ محمدؐ خدا کے سچّے پیغمبر ہیں۔ یہ ظاہری عمل کہلاتے ہیں مگر ان کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ رسُولؐ مقبول نے قرآن شریف کے ذریعہ سے ارشاد فرمایا ہے کہ خدا تعالےٰ نے عرب کے منافقوں کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ط قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا

يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط (۴۹-۱۴)

" یہ عرب کے گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ مگر ان سے کہہ دیجیئے کہ صرف یوں کہو کہ ہم نے اسلام قبول کیا ہے چونکہ ایمان دراصل تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے "

ایمان اور اسلام میں بہت بڑا فرق ہے۔ خدا کی توفیق سے ہم اس فرق کو تم پر ظاہر کریں گے۔

اے بھائی! دن اور رات کا سارا وقت خاص خاص کاموں کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ اس لئے تم کو چاہیئے کہ ہر وقت کو اُس کے خاص کام میں صرف کرو۔ اسی طرح تمہارے جسم کے سب حصّوں کے لئے ایک خاص عبادت مقرر کی گئی ہے۔ تمہارے بدن کی عبادت تمہارے ظاہری اعمال۔ نماز۔ روزہ وغیرہ ہیں۔ لیکن تمہارے دل اور تمہارے خیال کی عبادت یہ ہے کہ تم اُن لوگوں کے خیال سے پرہیز کرو جن سے خدا ناراض ہے اور اُن لوگوں کے خیال کو ہر وقت اپنے دل میں جمائے رکھو جو خدا کے پیارے ہیں اور جن سے خدا خوش ہے۔ بلکہ ان خدا

کے پیاروں کی صورت کو اپنے دل میں خوب بٹھالو کہ وہ ہر وقت تمہارے سامنے رہے۔ اُن لوگوں کی صورت سے پرہیز کرو جو دین کے دشمن ہیں چونکہ خدا اُن سے بیزار اور ناراض ہے۔ اس طرح آہستہ آہستہ تمہارے سارے بدن میں خدا کے دوستوں کی محبّت سما جائے گی تم خود خدا کے دوستوں میں ہو جاؤ گے اور خدا کے دشمنوں سے دور رہو گے۔ اس قسم کے خیال کا کوئی تعلق ظاہری عمل سے نہیں ہے جہاں تک تمہاری ظاہری حالت اور ظاہری عبادت کا تعلق ہے۔ مگر سچ پوچھو تو واقعی طور پر تم کو غور و فکر کے بعد خود معلوم ہو جائے گا کہ اس قسم کے خیال کا اثر تمہارے ایمان پر کتنا پڑتا ہے اور اس کو تمہارے ظاہری اعمال میں بہت بڑا دخل حاصل ہوتا ہے۔ چونکہ یہ انسان کا خیال ہی ہوتا ہے جو رفتہ رفتہ جس طرف اور جس طرح لگ جاتا ہے اُس کو آخر میں خراب اور برباد کر دیتا ہے اس خیال اور خیال کی قوت کے ذریعہ سے انسان سب کچھ بن جاتا ہے یا بگڑ جاتا ہے۔ شیطان انسان کو اُس کے خیال کے ذریعہ ہی سے بہکاتا ہے اور خیال کے معاملہ میں شیطان کو بڑے کمال کی قوت حاصل ہے اسلئے تمہارا خیال اگر ہر وقت مولا کی محبّت اور اُن کے تصوّر میں لگا رہیگا تو

تمہارے سب کام بن جائیں گے اور اصلی ایمان تمہارے دل میں جگہ کرلیگا۔ اس کا اثر تمہاری ظاہری زندگی پر روشن ہونے لگے گا کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ جب تم کسی مکان میں آگ جلاتے ہو تو اُس کے درودیوار دھواں سے کالے ہوجاتے ہیں حالانکہ وہ جلتے نہیں ہیں۔ مگر آگ کا اثر اُن پر ضرور پڑجاتا ہے۔ اب تم اس مطلب کو جان جاؤ اور خیال کی عبادت کو اچھی طرح سمجھ کر اس پر عمل کرنا شروع کردو۔ تم جانتے ہو کہ ہر شخص کو جو چیز پسند ہے اور جس کو وہ دوست رکھتا ہے وہی اُس کو رات کے وقت خواب میں نظر آتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن جو شخص جس کو دوست رکھتا ہے۔ خدا اُس کو اُسی کے ساتھ اُٹھائیگا۔ خواہ وہ پتھر ہی کیوں نہ ہوں پس جو شخص محمدؐ اور آلِ محمدؐ کے ساتھ قیامت کے دن اُٹھایا جائے گا۔ اُس سے ثابت ہوجائے گا کہ وہ اپنی زندگی میں ان ہی سے محبت رکھتا تھا۔ اگر وہ ان سے محبت نہیں رکھتا تھا تو وہ ضرور دوسروں کے ساتھ اُٹھایا جائیگا جن سے وہ محبت کرتا تھا۔

۱۲۔ عبادت کی قسمیں اور اُنکے طریقے

عبادت کی تین قسمیں ہیں۔ عبادتِ نفس۔ عبادتِ عقل اور عبادتِ دل۔ اب ہم ان تینوں عبادتوں کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے طریقے بتاتے ہیں :-

عبادتِ نفس:- عبادتِ نفس سے یہ مطلب ہے کہ تم اُس ظاہری علم سے پرہیز کرو جو صرف اوپر سے علم معلوم ہوتا ہے مگر در اصل اندر سے وہ علم دین کی خرابی پیدا کرتا ہے۔ اور تم ہمیشہ خدا کے غضب اور غصّہ سے ڈرتے رہو۔ اپنے دل میں آخرت کا عقیدہ اور قیامت کا خوف قائم رکھو۔ یہ کبھی نہ کہو کہ قیامت نہیں آئے گی۔ وہ ضرور آئے گی، اور خدا تعالیٰ جو بڑا سخت بدلہ لینے والا ہے تم سے ضرور بدلہ لے گا اگر تم نے اپنی زندگی میں رسُول مقبولؐ کے خلاف عمل کیا ہے۔ خدا کا یہ خوف دل میں بٹھانا انسان کی ایسی

صفت ہے جو صرف خدا کے دوستوں میں پائی جاتی ہے اس قسم کے آدمی ہمیشہ دین کے علاوہ اور دوسرے ظاہری علم کی طرف توجہ نہیں کرتے ہیں اور یہی خدا کے دوستوں کا علم ہے۔ اگر تم خدا کے دشمنوں کا علم حاصل کرو گے تو ضرور تم خدا کے دوستوں کے دشمن ہو جاؤ گے حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ شخص جھوٹا ہے جو ہمارے دشمنوں کی عادت اور صفت اپنے میں پیدا کرے اور پھر یہ خیال کرے اور کہے کہ وہ ہمارا آدمی ہے۔ جو شخص جڑ کو چھوڑ کر شاخوں کو پکڑے اور اُن ہی سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرے وہ کس طرح کامیاب ہو سکتا ہے۔

بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر کو خدا تعالےٰ نے یہ وحی بھیجی تھی کہ میرے دوستوں سے کہدو کہ وہ میرے دشمنوں سے نہ ملیں۔ چونکہ ممکن ہے کہ اس میل سے وہ خود بھی میرے دشمن ہو جائیں۔ اس لئے خدا کے دوستوں کے علاوہ اور کسی سے کبھی میل ملاپ پیدا نہ کرو۔ تم نے دیکھا ہے کہ غیر قوم کے میل سے کس طرح بے سمجھ آدمی تباہ و برباد ہو چکے ہیں۔

عبادتِ عقل:۔ عبادتِ عقل سے یہ مطلب ہے کہ تم ہمیشہ یقین کے ساتھ ہر بات کو مانو اور اس میں کبھی کوئی شک اپنے پاس نہ آنے دو۔ یقین کرنے میں تمہاری نجات ہے اور شک کرنے میں تمہاری تباہی ہے۔ حضرت مولا نے فرمایا ہے کہ کبھی شک نہ کرو۔ اگر تم شک کروگے تو کافر ہو جاؤ گے۔

دوسری بات عبادتِ عقل کے لئے یہ ضروری ہے کہ خدا کی رحمت سے کبھی نا اُمید نہ ہونا چاہیئے۔ چونکہ ایسی نا اُمیدی خدا کے دشمنوں کی صفت ہے۔ خدا کے دوست ہمیشہ اُس کی رحمت اور اُس کے فضل پر اُمید رکھتے ہیں اور کبھی اُس سے مایوس نہیں ہوتے ہیں۔ اور اس قسم کی اُمید رکھنے سے انسان کے دل میں یقین پیدا ہو جاتا ہے جو عقل کی عبادت کے لئے ضروری ہے۔

عبادتِ دل: عبادتِ دل سے یہ مطلب ہے کہ تم ہمیشہ اپنے دل میں رسولؐ کی اولاد اور پنج تن کی محبت کو قایم رکھو۔ حضرت مولا کی دوستی اور اُن کی اولاد کی دوستی کبھی تمھارے دل سے باہر نہ جانے پائے ان سب کی

نورانیت کو خوب پہچان لو اور سچے دل سے پہچانو۔ چونکہ دراصل یہی محبت اور یہی پہچان تمھارے ایمان کی حقیقت ہے اور حقیقت میں یہ خود تمہاری ہی حقیقت ہے۔

جب محمدؐ اور اُن کی اولاد کی محبت کو تم نے اپنے دلمیں جگہ دیدی اور اُن ہی کی پوجا شروع کردی تو یہی دراصل خدا کی عبادت ہوگئی۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو سمجھ لو کہ تم نے ان کے ساتھ دشمنی کی۔ خدا نے دنیا میں کسی کو بُرا پیدا نہیں کیا ہے۔ یہ سب آدمی صرف اپنے عمل کی وجہ سے بُرے بن جاتے ہیں۔

تم نے سُنا ہے کہ حدیث شریف میں حضرت امام جعفر صادقؓ سے ایک روایت نقل کی گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے آپ کے سامنے یہ دعا مانگی کہ اے خدا! مجھے بہشت میں داخل کردے۔ آپ نے فرمایا:- ایسا نہ کہو بلکہ یوں کہو کہ:-

اے خدا! مجھے کبھی بہشت سے باہر مت کر۔ چونکہ آپ نے فرمایا کہ جب تک تم کوئی ایسا عمل نہ کروگے جس کی وجہ سے تم بہشت سے باہر کردئے جاؤ تم ضرور بہشت ہی میں

رہو گے۔ مگر جب کبھی تم ایسا عمل کرو گے بہشت سے نکال دیئے جاؤ گے۔ اس لئے تم یہی دعا مانگو کہ:۔

اے خدا! ہم سے کوئی ایسا کام کبھی نہ کرا جس سے ہم بہشت سے نکال دیئے جائیں۔

اس سے تم کو معلوم ہوگا کہ ایمان دراصل محبت ہی کا نام ہے اور جب تک یہ محبت دل میں موجود ہے۔ ایمان قایم ہے۔ جب یہ نکل گئی۔ ایمان بھی چلا گیا۔ اور اس محبت کے لئے ضروری ہے کہ خدا کی محبت ہو۔ غیر خدا کی محبت نہو۔ خدا کے دوستوں کی محبت ہو۔ ان کے علاوہ اور کسی کی محبت نہ ہو۔ تب تمہارا ایمان سچا ایمان ہو سکے گا۔

اب میں تمھارے سامنے ایک مثال پیش کرتا ہوں جس سے یہ سارا مطلب آسانی سے تمہاری سمجھ میں آجائیگا۔

دیکھو! ایمان کو ایک درخت فرض کرلو۔ اس درخت کی جڑ تمھارے دل میں ہے۔ اس کا تنہ تمہاری عقل میں ہے۔ اس کی مضبوط شاخیں تمہارے نفس میں ہیں اس کی کمزور شاخیں تمہارے خیال میں ہیں اور اس کے پتے تمھارے جسم میں ہیں۔ اب دیکھو۔ اس ایمان کی

جڑ مولا کی محبت ہے۔ اگر یہ جڑ اپنی جگہ پر مضبوط ہوگی اور اس کا ریشہ بھی جو ایمان ہے مضبوط ہوگا تو تنہ۔ اور شاخیں اور پتّے اگر کمزور ہو جائیں گے یا ان میں کوئی عیب اور بیماری پیدا ہو جائے گی تو جڑ کی مضبوطی کی وجہ سے درخت کے قایم رہنے۔ اُگنے اور بڑھنے کی اُمید ہو سکتی ہے مگر اس کے خلاف اگر جڑ اور تنہ ہی مضبوط نہ رہے اور اُن میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی یا پرانے اور کمزور پڑ گئے تو پھر تھوڑی مدّت میں ہی درخت سوکھ جائے گا۔ سوائے خشک لکڑی کے اُس میں کچھ باقی نہ رہیگا۔ اور وہ جلانے کے قابل ہو جائیگا اس کے علاوہ اور کسی کام کا نہ رہے گا۔ پس سمجھ لو کہ تمہارے واسطے مولا کی محبت ہی جڑ کا کام دیتی ہے۔ اگر اس جڑ میں جو ایمان کا ریشہ ہے کوئی مضبوطی نہیں ہے تو تمہارے سارے ظاہری اعمال جو صرف درخت کے پتوں کی طرح ہیں بالکل بیکار ہیں۔ ہزاروں من تازہ اور خوش رنگ پتے جڑ کی خرابی کی وجہ سے تھوڑی مدت میں خشک ہو کر جھڑ جائیں گے اور تھوڑی سی آگ سب کو جلا کر خاک کر دے گی۔

اگر تمھارے دل میں مولا کی محبت ہے اور تم کوئی نیک عمل نہیں کرتے ہو پھر بھی تم مومن ہو۔ چونکہ تمہاری ذات بُری نہیں ہے۔ صرف تمہارا عمل بُرا ہے۔ مگر اس کی اُمید ہے کہ خدا تمہاری بخشش کر دیگا۔ اگر تم اُس کے خلاف ہو اور یہ اپنے اپنے حال پر منحصر ہے تو ہزاروں روزے اور ہزاروں نمازیں تمہارے لئے کوئی فائدہ نہیں پہنچائینگی۔

تم دیکھتے ہو کہ ایسی عمارت جس کی بنیاد مضبوط نہیں ہوتی ہے تھوڑی سی ہوا سے گر پڑتی ہے۔ خواہ تم اُس کی دیواریں سونے کی بنا دو اور اُس پر طرح طرح کے نقش و نگار اور بیل بوٹوں کی آرایش کر دو۔ وہ سب بیکار ہیں اور تمھاری ساری زحمت اور سارا خرچ کسی کام نہیں آ سکتا اگر اُس عمارت کی جڑ اور بنیاد کو تم نے پہلے سے خوب پائیدار اور مضبوط نہیں بنا لیا ہے۔ اس کے خلاف اگر تم نے عمارت کی بنیاد کو مضبوط کر لیا ہے مگر اُس پر نقش و نگار وغیرہ کچھ نہیں کئے ہیں تو عمارت ضرور قائم رہے گی اور اُس کو کسی قسم کا نقصان نہ پہونچ سکے گا۔ اُس میں کوئی شخص صرف یہی کمی یا عیب نکال سکتا ہے کہ اُس کی آرایش نہیں کی گئی اور اُس کو صاف اور ستھرا نہیں رکھا گیا

مگر اُس کی بنیاد تو مضبوط ہے جس سے وہ قایم تو رہے گی بگر کر خاک کا ڈھیر تو نہیں بن جائے گی۔ اسی طرح سمجھ لو کہ مولا کی محبت تمہاری جڑ ہے۔ تمہارے ایمان کی بنیاد ہے۔ تمھارے دل کی عبادت ہے اور یہی ایمان کی حقیقت ہے بلکہ دراصل یہی خود تمھاری حقیقت ہے۔ اگر تمہارے اندر مولا کی محبت موجود ہے تو پھر کوئی گناہ تم کو نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ مگر علی کی دشمنی سے کوئی ثواب کسی کو نہیں مل سکتا۔ دیکھو اصل میں علی کی دوستی سب گناہوں کا کفارہ ہے اس سے سب گناہ دھل جاتے ہیں حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ کسی نے حضرت امامؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے شیعہ اور آپکی گروہ کے آدمی بہت گناہ کرتے ہیں اس لئے کیا ہم اُن کو فاسق وفاجر اور گنہگار سمجھنے لگیں؟

آپ نے جواب دیا۔ ہرگز نہیں۔ ہمارے گروہ کے آدمی ہمارے دوست ہیں۔ اور ہمارا کوئی دوست اُس وقت تک اس تماشے والی دنیا سے رخصت نہیں ہوتا ہے جب تک اُس کے سب گناہ خدا تعالےٰ معاف نہیں کر دیتا ہے۔ اس دنیا میں صرف وہی شخص فاسق وفاجر اور گنہگار ہے جو ہمارا دشمن ہے۔ ہمارے دوست کا دل ہمیشہ نیک ہوتا ہے۔

اگر اس کا عمل بُرا اور خبیث ہے تو اُس کی روح ضرور پاک اور صاف ہے اور وہ قیامت کے دن چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ اُٹھایا جائیگا۔ اُس کے سب گناہ اسی دنیا میں پاک ہو گئے۔ خواہ وہ بیماری کی وجہ سے ہوئے یا تجارت میں نقصان اُٹھانے کی وجہ سے یا کسی ظالم کا ظلم برداشت کرنے کی وجہ سے ہوئے۔ مگر کسی نہ کسی طرح اُس کے گناہ ضرور معاف کر دئے گئے۔ اس کے علاوہ مومن کے گناہ کم سے کم اس سے بخشدئے جاتے ہیں کہ وہ کوئی خوفناک خواب دیکھ لے۔ اس کے متعلق رسُول مقبولؐ کی ایک حدیث بیان کی گئی ہے مگر اس مختصر رسالہ میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ ہم اس قسم کی سب حدیثوں کا تفصیل کے ساتھ ذکر کریں۔

اب تم کو معلوم ہو گیا کہ تمھارے سب ظاہر اور باطن کاموں کے لئے ایک خاص عبادت مقرر ہے۔ اور عبادت ہی کا نام معرفت ہے۔ ہر قسم کی عبادت ایک الگ چیز ہے اور دوسری عبادت سے مختلف ہے۔ تمہاری آنکھ کی معرفت یہ ہے کہ تم اُس اہری انسان کو جو تمھارا رہنما۔ پیشوا اور امام ہے پہچان لو۔ یہی

شخص خاص طور سے تمھارے لئے مقرر کیا گیا ہے اور ظاہر میں اُس کے اندر انسانیت کی ساری نشانیاں اور اسباب موجود ہیں۔ لیکن تم اُس کو ان ظاہری آنکھوں سے نہیں پہچان سکتے ہو۔ اس کے لئے دل کی آنکھوں کی ضرورت ہے اس لئے تم اُس کا تصوّر اپنے دل میں کرو جس سے دل کی معرفت حاصل ہو جائے جو ظاہری آنکھ کے دیکھنے سے مختلف ہوتی ہے۔ اسی کا مطلب نورانیت ہے۔ یعنی دل میں نور کا پیدا ہو جانا۔ اس سے پیشتر میں نے تم سے یہ بات نہ کہی تھی۔ چونکہ ایسی بات کہنا ایک چھُپے ہوئے بھید کا کھولنا ہے جس کے کہنے کا نہ میرے لئے اس سے پہلے کوئی موقعہ تھا اور نہ جس کے سننے کی تم میں طاقت تھی۔ مگر اب اتنی تفصیل کے بعد اس کا موقعہ آگیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ تم خود اس مرتبہ تک پہونچ جاؤ گے اگر تم رفتہ رفتہ اُن سب باتوں کو یاد رکھو گے جن کا ترتیب کے ساتھ ذکر ہو چکا ہے، مثلاً۔ خدا کی راہ میں تکلیف اُٹھانا، عبادت کرنا، نفس سے لڑائی لڑنا۔ دل میں معرفت پیدا کرنا، عقل میں یقین پیدا کرنا۔ دین کے علوم کو پہچاننا اور اُن کا

حاصل کرنا۔ خدا کے دوستوں کا تصوّر کرنا۔ اور ظاہری اعمال پورے کرنا وغیرہ۔

اگر تم ایسا کرو گے تو انشاء اللہ ضرور اُس مرتبہ کو حاصل کرلو گے جو خدا کے دوستوں کا مرتبہ ہے۔ تمہارا صرف یہ کام ہے کہ تم خدا سے اُس کی طلب کرو اور خدا کا یہ کام ہے کہ وہ تم کو اس کی توفیق عطا فرمائے کہ تم اس کو حاصل کرلو۔

H.R.H. PRINCE ALY S. KHAN COLONY
STUDY CENTRE

۱۳۔ خاتمۂ کتاب

اے بھائی! اس بات کو غور سے سن لو کہ میں نے اس مختصر کتاب میں جو طریقہ اور اونچے اصول لکھے ہیں اُن کو میں نے سیدھی سادی اور صاف و روشن عبارت میں درج کیا ہے اور اُن کے بیان کرنے میں حدیث اور قرآن کو میں نے اپنے سامنے رکھا ہے۔ کسی جگہ میں ہرگز قرآن اور حدیث سے باہر نہیں گیا ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں نے یہ باتیں ساری دنیا کے لئے نہیں لکھی ہیں نہ میں ساری دنیا کی طرف متوجہ ہونا چاہتا ہوں۔ میں نے یہ باتیں صرف ان لوگوں کو بتلائی ہیں جو خدا اور اس کے رسولؐ کے پیرو ہیں۔ دوسرے لوگوں سے مجھے کوئی بحث نہیں ہے نہ اُن سے میرا کوئی کام ہے۔ اگر میرے ماننے والے بھی خدا کی نعمت پہچاننے کے بعد اُس سے انکار کر دیں تو یہ اُن کا کام ہے اور اُن کو اختیار ہے مگر میں تو صرف

دل والوں کو ہی مخاطب کرنا چاہتا ہوں اور ان ہی سے بات کرنا چاہتا ہوں۔

اے بھائی! خدا تمھاری مدد کرے۔ اس بات کو جان لو کہ اس کتاب کے شروع میں میرا یہ ارادہ تھا کہ میں اپنے دینی بھائیوں کو دو باتیں بتا دوں۔ ایک معرفت اور دین کی حقیقت اور دوسرے عبادت و روحانیت کا طریقۂ عمل۔ مگر اس سلسلہ میں قیامت کا ذکر بھی آ گیا اور اُس دن گنہگاروں کو جو شرمندگی ہوگی اُس کی تفصیل کرنا اس رسالہ کی ترتیب اور اُس کے مقصد سے دور تھا۔ اس کے علاوہ بعض اور بھی ایسی تفصیلات ہیں جن کا ذکر اس رسالہ میں نہیں کیا گیا ہے۔ مگر ایک بات جو بہت ضروری تھی یعنی روحانیت حاصل کرنے کا طریقہ اُس کو میں نے شروع ہی سے مختصر طور پر مناسب طریقے سے بیان کر دیا ہے۔ اللہ سب کو توفیق دینے والا ہے۔ اور سب کی مدد کرنے والا ہے۔

اے بھائی! تم ہمیشہ شروع ہی یہ بات یاد رکھو جو بزرگوں نے فرمائی ہے یعنی۔ تم خود روزانہ اپنے کاموں کا حساب کرتے رہو اور اپنے اعمال کا جائزہ لیتے رہو قبل اس کے کہ کوئی دوسرا تمہارا حساب لے یا

تم سے پرسش کرے۔ اور تم اُس کے سامنے اپنا حساب اور جواب دینے کے لئے کھڑے کئے جاؤ۔ اس سے تم کو یہ عادت پڑ جائے گی کہ تم کو اپنی غلطیوں گناہوں اور کمزوریوں کا خود علم ہوتا رہیگا اور تم قیامت کے خوف کو اپنے دل میں قایم کر لوگے اور خدا کے سامنے اپنے سب اعمال کا حساب دینا ہر وقت تمھارے سامنے رہیگا۔ اس طرح تم کو گناہوں سے بچنے میں مدد ملے گی۔